ظہور اسلام وتزکیۂ حج

اسلام درحقیقت دین ابراہیمی کی حقیقت کی تکمیل تھا، اس لیے وہ ابتدا ہی سے اس حقیقت گم شدہ کی تجدید واحیاء میں مصروف ہوگیا، جس کا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا۔ اسلام کا مجموعہ عقائد وعبادات صرف توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے مرکب ہے، لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس سے اس تمام مجموعہ کی ہیئت ترکیبی مکمل ہوتی ہے اور یہ تمام ارکان اس کے اندر جمع ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو صرف خانۂ کعبہ ہی کے ساتھ معلق کردیا ہے: ﴿اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ز وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (النمل:۹۱)

مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے خدا کی عبادت کروں، جس نے اسے حرمت وعزت والا بنایا۔ سب کچھ اسی خدا کا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرمانبرداروں میں سے رہوں۔

حج اور اسلام: یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر موقع پر حج کے ساتھ اسلام کا ذکر بطور لازم ملزوم کے کیا:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ (سورہ حج:۳۴)

اور ہر امت کے لیے ہم نے عبادات کا ایک طور طریقہ ٹھہرایا تھا کہ خدا نے انہیں جو چار پائے بخشے ہیں ان کی قربانی کے وقت خدا کا نام لیں۔ پس تم سب کا خدا ایک ہی ہے، اسی کے تم سب فرمانبردار بن جاؤ اور خدا کے خاکسار بندوں کو حج کے ذریعے سے دین حق کی بشارت دو۔

(مولانا ابوالکلام آزاد، رسول رحمت، ص:۶۰۷-۶۰۸)

درس حدیث

حج کی فضیلت و اهمیت

محمد اظہر مدنی

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: خطبنا رسول الله ﷺ فقال: یا ایها الناس قد فرض الله علیکم الحج فحجوا فقال: رجل أكل عام یا رسول الله؟ فسکت حتی قالها ثلاثا: فقال النبی ﷺ: لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم (رواه احمد ومسلم والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے۔ لہٰذا تم حج کرو۔ یہ سن کر ایک آدمی نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ تو آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے یہی سوال تین دفعہ دہرایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج واجب ہو جاتا ہے اور تم (ہر سال) حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

تشریح: حج بیت اللہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اس پر ایمان کامل لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے۔ ان میں ایک حج بیت اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (ال عمران: ۹۷) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض قرار دیا ہے۔

قرآنی آیات اور متعدد احادیث سے حج کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر اس رکن عظیم پر ایمان لانا واجب وضروری ہے۔ ہاں، اگر کوئی شخص مستطیع ہے اور حج کے شرائط پر پورا اتر رہا ہے تو ایسے شخص کے لیے صرف ایمان لانا کافی نہیں ہوگا بلکہ سفر حج اس پر لازم ہو جائے گا اور اسے اپنا فریضہ حج ادا کرنا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک دفعہ ہر مستطیع پر فرض قرار دیا ہے۔ فرضیت حج کی پانچ بنیادی شرطیں ہیں جن میں اسلام، عاقل، بالغ اور آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ مستطیع ہونا یعنی مالی اور جسمانی اعتبار سے سفر کرنے کے قابل ہونا اور راستہ کا پرامن ہونا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص جسمانی اعتبار سے سفر حج پر روانہ ہونے کے قابل نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ حج بدل کے لئے ایسے شخص کو روانہ کرے جو پہلے اپنا فریضہ حج ادا کر چکا ہو۔

یاد رہے کہ خواتین کے لئے ایک چھٹی شرط محرم کا ہونا بھی ہے۔ یعنی سفر حج کے لئے شوہر کی معیت ہو یا کوئی اور محرم ہو جو سفر میں اس کے ساتھ ہو۔ ان تمام شرائط کے پائے جانے کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی طرح کی کوئی کوتاہی نہ برتے کیونکہ رسول پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ من اراد الحج فليتعجل فانه قد يمرض المريض وتضل الضالة وتعرض الحاجة (احمد وابوداؤد) جو آدمی حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ جلدی کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ لاقدر اللہ وہ بیمار پڑ جائے یا مال میں کمی آ جائے یا اسے کوئی ضرورت پیش آ جائے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہاں تک آتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو بھیج کر یہ پتہ کروں کہ کون شخص ہے جس پر حج فرض ہے اور اس نے حج نہیں کیا ہے تو میں ایسے شخص پر ٹیکس لگا دوں۔

حج کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے اور اس کا بدلہ جنت قرار دیا گیا اور اسے بار بار کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة" حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔ کیونکہ انسان حج کر کے گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور اس طرح ہو جاتا ہے گویا اس نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا ہے۔ رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے "من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه"، جس کسی نے حج کیا اور اس دوران بیہودہ باتوں اور اللہ کی معصیت سے بچتا رہا وہ اس طرح واپس لوٹے گا (گناہوں سے پاک وصاف ہو کر) جیسے اس کی ماں نے اس کو اُسی دن جنم دیا ہے۔ اور ایک حدیث میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ گذارش کی کہ آپ اپنا دست مبارک بڑھائیں۔ بیعت کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے دست مبارک آگے بڑھایا تو انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، جب رسول اللہ نے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ یہ ایک شرط پر بیعت کرنا چاہتا ہوں وہ شرط کیا تھی؟ شرط یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اما علمت ان الاسلام يهدم ما كان قبله وان الهجرة تهدم ما كان قبلها وأن الحج يهدم ما كان قبله" کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پچھلے خطاؤں کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لئے اس عظیم عبادت کو ایمان اور جہاد کے بعد سب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے اور اسے عورتوں، بوڑھوں اور کمزوروں کے لئے جہاد کہا گیا۔ چنانچہ ایک مستطیع شخص کو چاہیے کہ اس عظیم عبادت کو زندگی میں بار بار کرے کیونکہ اس سے غربت، فقر وفاقہ اور گناہ مٹ جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حج اور عمرہ کرتے رہو کیونکہ حج اور عمرہ کرنے سے فقر اور گناہ اس طرح ختم ہو جاتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حج جیسی عظیم عبادت کی توفیق عطا فرمائے، اپنے گھر کا خصوصی مہمان بنائے اور حج کو حج مبرور ومقبول بنائے۔ آمین وصلى الله على نبينا محمد وسلم ☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
ملک ومعاشرہ میں امن وشانتی کی بنیادیں اسلام کے تناظر میں ۶
قرآن کی عظمت وفضیلت (نظم) ۹
حج وعمرہ کے فضائل وبرکات ۱۰
حج وعمرہ کیسے کریں؟ ۱۵
مناسک حج وعمرہ میں اعتدال ۱۷
زیارت مدینہ منورہ-فضائل، احکام وآداب ۲۰
تبدیلیوں کے دور میں اقدار وروایات کی حفاظت اوراس کی اہمیت ۲۴
کیا پانی کا بحران عارضی ہے ۲۷
طب وصحت ۲۹
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۳۰
جماعتی خبریں ۳۰
ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

مکر وحیل کو چھوڑو انسانیت کے محافظ بنو

حرب وضرب، قتال وجدال اور جنگ وخونریزی روئے زمین کی سب سے بری چیز اور بدترین عمل ہے۔ بلکہ انسانوں کا سب سے قبیح کرتوت اور بڑی برائی بھی یہی ہے۔ گرچہ بعضے کہتے ہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے حق میں شریک کرنا سب سے بڑا پاپ ہے۔ جبکہ اس دھرتی پر بندوں کے حق میں سب سے بڑا گناہ قتل وخونریزی ہے۔ مگر حق تو یہ ہے کہ قتل وخونریزی علی الاطلاق سب سے بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ جب ایمانیات وغیبیات اور حسنات میں سے سب سے اہم کام اور عمل، توحید اور اللہ جل شانہ کی اطاعت وبندگی ہے۔ اور سب سے مہاپاپ اور اکبر الکبائر اس کی ذات وصفات اور ناموں اور کاموں میں کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس پر ایمان اور اس کی عظمت وقدرت کے گن گانے اور اس کے خوف ورجا سے جس گھڑی عاری ہوجاتا ہے بلکہ اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ اور آپے سے باہر ہوکر حق تعالیٰ شانہ کو بھلا دیتا ہے یا اس کی بندگی سے بغاوت کرتا ہے تبھی اتنے بھیانک جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ گویا وہ رب کی ربوبیت پر ایمان ہی نہیں لایا اور اس نے مشرکین سے بھی زیادہ برے کام کا ارتکاب کیا کہ خود موت وحیات کا فیصلہ کرنے لگا۔ ظاہر بات ہے کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا پاجی گردانا جائے گا کیونکہ اس نے حقوق اللہ کا لحاظ رکھا نہ حقوق العباد کا، جو من میں آیا کر گذرا۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق قرار پایا۔

لیکن کیا کریں کہ انسان ظلوم وجہول اور عجول وکفور ہے۔ اور اسی کی طرف اشارہ تھا جب فرشتوں نے رب تعالیٰ سے دہائی دی تھی اور صاف صاف کہہ دیا کہ اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرة: ۳۰) ''ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔''

ان توجیہات وتفہیمات اور تصریحات سے صاف صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ روئے زمین کا سب سے بڑا جرم قتل وغارتگری اور فساد اور دنگا ہے جس کا انسان مرتکب ہوتا ہے۔ یہ تو عام قتل وخونریزی کی بات ہے۔ مگر خاص طور پر اس کی شناعت وقباحت اس وقت بھیانک صورت اختیار کرلیتی ہے اور پاپ کا گھڑا بھر جاتا ہے جب مختلف حیلے بہانے سے باضابطہ ماردھاڑ، قتل وخونریزی اور جنگ ومعرکہ آرائی کے ذریعے قتل انسانی کو عام کیا جائے۔ اشخاص اور افراد سے آگے بڑھ کر بھرے محلوں، ملکوں اور عالم میں وہ حالات پیدا کردیئے جائیں جن سے جنگ ناگزیر ہوجائے اور اس کے لئے نت نئی سازشیں، چالیں اور کید ومکر کئے جائیں جن سے قتال ضروری اور اضطراری ہوجائے، اور عالمی جنگوں کی طرح خون انسانی بلکہ مسلمانوں کے خون کی ارزانی ہوجائے۔ اس کے لئے انسانیت اور اسلام کے ازلی دشمنوں کی کوشش وسازش اور اپنوں کی ابن الوقتی اور سادگی، غیروں کی عیاری اور منافقین کی تیاری اور درپردہ اور ہر طرح سے ملت اور انسانیت فروشی کی روش اپنائی جاتی رہی ہے۔

آج عالمی سطح پر جو کچھ ہورہا ہے، جس طرح سے مسلمانوں کے قتل وخون کی سازشیں رچی جارہی ہیں، جس طرح سے مسلمانوں کی صفوں میں روز روز نئے ابن علقمی اور میر جعفر ومیر صادق پیدا ہورہے ہیں اور جس طرح سے بلاد حرمین شریفین اور اس کے شہریوں کے امن وسکون کو غارت کرنے کے لیے تانے بانے بنے جارہے ہیں اور میزائل حملوں کے ذریعہ عملاً اس کی کوشش ہورہی ہیں، وہ مہذب دنیا اور شریف انسانوں کے لئے کسی بھی طرح مفید اور زیبا نہیں ہے۔ کیوں کہ قتل وغارت گری اور قتال وجدال میں مرنے والے ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا عیسائی یا یہودی انسانوں کا ہی خون بہتا ہے۔ انسانیت ہی ہارتی ہے۔ جنگ وجدال آج خون آشامی وشعلہ باری اور مرگ آفرینی کرے گی تو کل اس سے بھی زیادہ بھیانک منظر سامنے آئے گا جب بھوک وافلاس کی کوکھ سے ان گنت سماجی واخلاقی برائیاں جنم لیں گی اور عالم انسانیت روئے زمین پر جینے اور زندگی بسر کرنے کے قابل بھی نہیں رہ سکے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ مارنے والا خود مرتا یا زخمی نہیں ہوتا اور آگ زنی کرنے والا خود جھلستا اور جلتا نہیں ہے۔ جب حملہ آوروں کا زخمی ہونا اور مرنا اور آگ زنی کرنے والوں کا جھلسنا اور جلنا ایک حقیقت ہے تو پھر دانش مندی اسی میں ہے کہ کسی کے قتل ناحق میں نہ صرف یہ کہ ہاتھ نہ رنگا جائے بلکہ کوئی ایسا کام یا سازش وفتنہ کی آبیاری بھی نہ کی جائے جس سے قتل وخوں جیسے بھیانک جرم اور مہاپاپ کا ارتکاب ہوتا ہے اور والفتنة اشد من القتل کی عملی تعبیر نظر کے سامنے پھر جاتی ہے۔

ایک بات آج بھی اپنے تمام تر وضوح وظہور کے باوجود پردۂ خفا میں ہے اور دانستہ یا سادہ لوحی میں اس ادھڑے ہوئے پرت کو کوئی بھی دیکھنے اور سمجھنے کا روادار نہیں کہ افغانستان کی جنگ کس سازش کے تحت برپا کی گئی

اوراس میں نقصان کس کا ہوا؟۔ وہاں جو آٹھ گروپ تھے وہ روس کی شکست کے بعد آپس میں اس قدر باہم دست وگریباں اور برسر پیکار کیسے ہوئے اورایک دوسرے کے مقابلے میں اتنے دنوں تک کس کی طاقت اورتعاون سے ڈٹے رہے اوران سب کو مال وسلاح کہاں سے اتنی مقدار میں حاصل ہوتا رہا؟ پھر یہ کہ ایک فریق بھی چند کلومیٹر سے زیادہ غنیم کی زمین پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی پوزیشن برقرار نہیں رکھ سکتا تھا بلکہ وہ پسپا ہونے پر مجبور ہوتا رہا اور یہ ڈرامہ اورکھیل سالہا سال تک کھیلا جاتا رہا۔ افغانی قوم مرتی رہی اور کبھی بھی زیرنہ ہونے والی اور کسی کے سامنے سپر نہ ڈالنے والی قوم غلام اور بدترین قوم بنا کر چھوڑ دی گئی۔ بلکہ اسی پر بس نہ ہوا۔ اس کھیل کومزید عالم اسلام کے دیگر خطوں اورایشیا کے دیگر ممالک تک یہود ومجوس کے مفادات کومزید تقویت اوردیرپا کرنے کے لئے طالبان کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا اوردیکھتے ہی دیکھتے بقول تماشہ بازوں کے مدرسوں کے ان ان ٹرینڈ نہتے طلبہ کے نام سے ڈرامائی انداز میں طالبان سالوں جنگجوئی کرتے رہے اورروس کو دھول چٹاتے، نیست ونابود کرتے اورشکست وریخت کا شکار کرتے رہنے والی آٹھوں جماعتوں کوآناً فاناً ختم کردیا۔ فلموں کے پردوں پر بھی اس قدر تماشا نہیں ہوتا جتنا یہاں ہوا۔ سادہ لوحوں کواحمقوں کی جنت میں بسا دیا جاتا رہا اورعیاروں کا کھیل پورا نہ ہوا۔ طالبان دنیا کے وہ ہیرو بنا دیئے گئے کہ وہ فاتح روس کو بھی شکست دے کر پورے افغانستان میں دندناتے رہے اور پوری دنیا میں اپنا بال وپر پھیلاتے رہے تاآنکہ القاعدہ کے موجد وموسس بن کر ساری دنیا کوخرخشے میں ڈال دیا اور جہاں جہاں یہ گئے صرف اسلام اور مسلمانوں اوران کے ممالک کو ہی نشانہ بنایا۔ یہ کون سے اسلام کے ہیرو ہیں جن سے اسلام کی بدنامی اوراس پر کلنک کا داغ لگنے جیسے الزام لگے اوراس طرح ساری دنیا کی نظروں میں دھول جھونکنے کا کام بھی آسان ہوگیا۔

ضرورت ہے اس وقت ان سارے کھیلوں اورڈراموں سے توبہ کرکے انسانیت کی خاطر اپنی اپنی انرجی کوصرف کرنے کی۔ انسان چاہے جہاں کا مرے، فتنہ چاہے جہاں ہو اور جوبھی کرے اورجس کے ساتھ کرے وہ انسانیت کے خلاف روئے زمین کا سب سے بڑا پاپ اوردھرتی کا سب سے بڑا ناسور ہے۔ اگر توران امریکان کی جان وزمین اللہ کی مخلوق ہے تو ایران وعراق اورسعودی عرب کی جان وجسم بھی اللہ کی امانت ہے۔ اوردین خصوصاً اسلام اس کا امین ہے۔ اور ہر انسان اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ خلق خدا کو اپنی جان پرکھیل کرآرام پہنچائے اور جان بچائے۔ یہی حقیقی سیاست، قیادت اوردین داری ہے۔ ورنہ انسانوں اورملکوں اوران کی لاشوں پرسیاست انتہائی درجے کی پستی وناکامی ہے۔ مگرافسوس کہ مادیت کی ماری ہوئی دنیا اسے جاننے سے قاصر ہے۔

خلق الٰہی کی جانوں کو بچانا اوران کی خیرخواہی کرنا اوران کوراحت پہچانا، یہی انسانیت کی ترقی ہے، یہی ایوارڈ ہے اوریہی انعام دنیا وآخرت میں متعین ہے۔ اس کے علاوہ جو ہے وہ ظلم ہے، عدوان ہے، سراپا عصیان اور باعث لعن وطعن ہے۔ اس لئے امن کا پیغامبر بنو اورانسانیت کا رکھوالا ومحافظ بنو۔ ع

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

☆☆☆

بموقع ۳۴ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

کلیم اللہ عبدالحمید سلفی، جونپور، یوپی

ملک ومعاشرہ میں امن وشانتی کی بنیادیں اسلام کے تناظر میں

مذہب اسلام درحقیقت لفظ سلم سے مشتق ہے جس کے معنی ظاہری وباطنی عیوب ونقائص سے پاک یعنی خالص ومحفوظ ہونے، گردن جھکا دینے، اطاعت قبول کرنے اور امن وسلامتی کے ہیں۔

اسلام سے امن وشانتی کا وہی تعلق ہے جو سورج سے روشنی اور گرمی کا ہے۔ امن وسلامتی اور سکون وشانتی اسلام کی خمیر میں شامل ہے، اس کا نظام امن ہر طرح کی خامیوں سے پاک اور ہر قسم کے نقائص سے محفوظ ہے اس لئے فرد سے خاندان اور معاشرہ سے ملک واقوام عالم کے لئے اسی میں راحت وسکون ہے۔

اسلام جس ذات عالی صفات کی وحدانیت کا مبلغ ہے اس کی ایک صفت ہی سلام ہے۔هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ (الحشر:۲۳) جس کا مطلب ہے وہ ذات امن وشانتی کا مرجع ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو معاشرتی زندگی میں حکم دیتا ہے کہ جب وہ آپس میں ملیں تو السلام علیکم کے ذریعہ باہم امن وشانتی کا پیغام دیں۔حق المسلم علی المسلم ست ...اذا لقیته فسلم علیه (مسلم:٥٦٥١) گھروں میں داخلہ سے قبل امن وشانتی کا پیغام بھیج کر داخلہ کی اجازت حاصل کریں۔فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُیُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ (النور:٦١) پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرلیا کرو۔خود اپنے گھروں میں داخلہ سے قبل اہل خانہ کو امن وشانتی کا ہدیہ پیش کریں۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو ہدایت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں جاہلوں سے پالا پڑ جائے تو الجھنے کے بجائے ان سے امن وسلامتی کے طلب گار بن کر الگ ہو جائیں۔(وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا) (الفرقان:٦٣)

الغرض اسلام سراپا امن وسلامتی کا نام ہے اور یہ امن وشانتی صرف انفرادی اور سماجی سطح پر نہیں بلکہ عالمی سطح پر قائم ودائم کرنا چاہتا ہے تاکہ ہر متنفس اس سے مستفید ہو سکے۔

اسلام جب امن عالم کو ایک مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر قائم کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسے ضمیر کی گہرائیوں میں قائم کرتا ہے چنانچہ انسان جب ہوش کی آنکھیں کھولتا ہے اور کائنات کو اپنے لئے مسخر پاتا ہے تو دل کی گہرائیوں سے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور جب شکر وسپاس کے ہمہ گیر جذبہ سے سرشار ہوتا ہے تو بے اختیار پکار اٹھتا ہے میری نماز، میری قربانی، میرا مرنا میرا جینا سب کچھ پروردگار عالم کے لئے ہے۔قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الانعام:١٦٢) اور اس کے ساتھ ہی اسلام میں جو کہ مکمل امن وشانتی ہے کلی طور پر داخل ہو جاتا ہے۔

اسلام فرد کے ضمیر اور اس کے عائلی زندگی میں امن قائم کرنے کے بعد معاشرتی، قومی اور ملکی سطح پر قیام امن کی طرف توجہ دیتا ہے۔اسلام کے رو سے سماج میں پائے جانے والے تمام طبقوں اور گروہوں کے درمیان باہمی تعاون، رحمت ومحبت اور امن وسلامتی کا تعلق پایا جاتا ہے، اس تعلق کی بنیاد حقوق وفرائض کے ایک متوازن تصور پر قائم ہے جس سے رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔توازن کے اس سطح پر پہنچ کر افراد معاشرہ کے باہمی تنازعات کے اسباب خاتمہ اور امن وشانتی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں نتیجتاً معاشرتی زندگی کی گاڑی امن وشانتی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتی ہے۔

ملک ومعاشرہ میں امن وشانتی جن بنیادوں پر پائی جاسکتی ہے ان میں توحید کے بعد سب سے پہلی چیز انسانی وحدت ومحبت ہے، چنانچہ سورہ حجرات میں فرمان باری ہے:یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا (الحجرات:١٣) لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

سورہ نساء میں فرمایا:یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً (النساء:١) اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی کے جنس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد وعورت پھیلا دیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے باہمی بھائی چارگی کی راہ میں حائل ہونے والے اسباب سے اجتناب کی تلقین فرماتے ہوئے حکم دیا کہ باہم ایک دوسرے سے بغض وعداوت نہ رکھو، نہ حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔لا تباغضوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا، وکونوا عباداللہ اخوانا (مسلم:٦٥٢٦)

باہمی محبت کی رغبت دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا: ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء (ترمذی: ۱۹۲۴: صححه الألبانی رحمه الله) تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ الغرض اسلام نسبی اور ایمانی جذبہ کو اس طرح ابھارا ہے کہ یہ جذبہ اخوت تمام انسانوں کے اندر پیدا ہو جائے اور ہر قسم کے نسلی، قومی اور تفاخر کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تنازعات از خود ختم ہو جائیں اور معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔

اسلام سماج کے افراد کے دلوں میں جذبہ اخوت پروان چڑھانے کے بعد اس آداب معاشرت کی تعلیم دیتا ہے جس سے معاشرتی امن وسلامتی میں مزید استحکام اور نکھار پیدا ہو اور لوگوں کے دلوں میں کہیں سے بھی بغض وعداوت، کبر وغرور اور فخر ومباہات جیسی صفات رذیلہ رہ نہ سکیں جس سے بسا اوقات معاشرہ کا امن وسکون غارت ہو جاتا ہے، اسی لئے اسلام نے لوگوں کی طبیعتوں کا لحاظ کر کے اس کی ممانعت کر دی۔

سورہ بنی اسرائیل میں فرمان باری ہے: وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (بنی اسرائیل:۳۷) اور زمین میں اکڑ کر مت چلو نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

سورہ لقمان میں فرمایا: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (لقمان:۱۸۔۱۹) اور لوگوں سے بے رخی نہ کر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ اللہ کسی اکڑنے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ۔

صحیح مسلم، کتاب الجنۃ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ اللہ نے مجھے وحی کی کہ تم تواضع اختیار کرو یہاں تک کوئی دوسرے پر زیادتی نہ کرے اور نہ کسی پر بڑائی جتائے۔ ان الله أوحى الى أن تواضعوا حتى لا يفخر أحد على أحد ولا يبغي أحد على أحد.

اسلام دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے اور کسی کی عزت وناموس سے کھیلنے کو حرام قرار دیتا ہے اور ایسے تمام عوامل ومحرکات پر پابندی لگاتا ہے جس سے عزت نفس پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سورہ حجرات میں اس کی تفصیل اس طرح موجود ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات:۱۱۔۱۲)

اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مرد کا مذاق اڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، نہ عورتیں دوسری عورتیں کا مذاق اڑائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ یاد کرو۔ اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو بعض گمان گناہ ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے۔

اسی طرح اسلام تین آدمیوں کی مجلس میں دو آدمیوں کے درمیان آپسی سرگوشی سے روکتا ہے کیونکہ اس سے تیسرے کو اذیت محسوس ہوگی اور وہ بدگمانی میں مبتلا ہوگا۔ سورہ مجادلہ میں اس عمل کو شیطانی عمل قرار دیتا ہے۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ (المجادله:۱۰)

اسلام احسان جتانے سے بھی منع کرتا ہے کیونکہ اس سے جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہے اسے اذیت ہوتی ہے اس کے اندر شکر واحسان مندی کے بجائے ناراضگی اور بددلی پھیلتی ہے جو بڑھ کر بدامنی کا سبب بن سکتی ہے۔ سورہ بقرہ میں احسان جتا کر دل آزاری کو خیرات کا بطلان قرار دیا گیا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ:۲۶۴) اے ایمان والو! احسان جتا کر اور دل آزاری کر کے اپنی خیرات کو اکارت مت کرو۔

اسلام برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کی تعلیم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس طرح دشمن بھی دوست بن جائیں گے۔ سورہ حم سجدہ میں فرمان باری ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (حم السجدة:۳۴) تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہتر ہو تم دیکھو گے کہ تمہارے دشمن تمہارے دوست بن جائیں گے۔

اسلام ضبط نفس کی تعلیم دیتے ہوئے اپنے کو برائی سے درگزر کرنے اور غصہ کے وقت نفس پر کنٹرول کی تلقین کرتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں امن وشانتی کا ماحول برپا ہوگا۔ چنانچہ سورہ شوریٰ میں غصہ کو ضبط کرنے اور لوگوں سے درگزر کرنے والوں کی تعریف میں اس طرح بیان ہے کہ اگر انہیں غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔ (وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ) (الشوری:۳۷)

اسلام معاملات زندگی میں کشادہ قلبی کی تعلیم دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خرید وفروخت اور قرض کے تقاضے میں فراخ دلی کا ثبوت دینے والوں اور نرمی کرنے

والوں کواللہ کا محبوب بتایا ہے اوراسے مغفرت کی خوش خبری دی ہے۔ ترمذی، ابواب البیوع میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ غفر الله لرجل كان قبلكم، كان سهلا اذا باع، سهلا اذا اشترى، سهلا اذا اقتضى (ترمذی:١٣٢٠ صححه الالبانی رحمه الله) اللہ نے تم سے پہلے ایک آدمی کوبخش دیا کہ وہ بیچنے خریدنے اورتقاضہ کرنے میں نرمی اختیار کرتا تھا۔

معاشرتی زندگی میں امانت داری کی بھی بڑی اہمیت ہے، اس سے زندگی کے معاملات پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔ اگر معاشرہ سے امانت داری اٹھ جائے تو پھر سماج میں امن وشانتی بحال نہیں رہ سکتی۔ سورہ بقرہ میں ہے: پس ایک دوسرے پر اعتماد کی صورت نکل آئے توجس کے پاس امانت رکھی گئی وہ اس کی امانت ادا کردے۔ (فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَه) (البقرہ:٢٨٣)

امانت کی ادائیگی پرزور دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اد الأمانة الى من ائتمنك ولا تخن من خانك (ترمذی:١٢٦٤ صححه البانی رحمه الله) جوشخص تمہارے پاس امانت رکھےاس کی امانت ادا کردو اور جوتم سے خیانت کرے اس سے بھی خیانت نہ کرو۔

اسلام شراب اور جوا جیسی اخلاق کو بگاڑنے والی اورعداوت کوجنم دینے والی چیزوں سے سختی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے کیونکہ اس سے دلوں میں بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے جو سماج کی شانتی کے لئے تباہ کن ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں فرمان باری ہے: إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ (المائدہ:٩١) شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں لگا کر تمہارے درمیان دشمنی اور کینہ ڈالے اورتم کواللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔

سود، سماج کے لئے سم قاتل ہے، اس سے باہمی تعاون کی شہ رگ کٹ جاتی ہے کیونکہ اس سے دلوں میں نفرت وعداوت کے جذبات بھڑکتے ہیں۔ اسلام کی نظر میں اس کے ہوتے ہوئے امن وشانتی کی فضا قائم نہیں ہوسکتی ہے۔

ملک ومعاشرہ میں امن وشانتی کو قائم ودائم رکھنے کے لئے اسلام تسلیم ورضا کی ترغیب وتحریص کے ساتھ ساتھ سیاسی طاقت وقوت اور حکم وقانون کو بھی بروئے کار لاتا ہے تاکہ تمام شہریوں کو معاشرتی اورسیاسی عدل وانصاف دی جاسکے اور ہرسطح پر ہمہ گیر امن وشانتی کی فضا قائم ہوسکے۔ کیونکہ اسلامی نظام حکومت میں عوام اور حکمراں کے تعلقات عدل وانصاف اور امن وشانتی کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں اس کے بغیر ملکی اوراجتماعی امن وسلامتی کو ٹھوس اور مضبوط بنیاد پر قائم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی نظام حکومت حکام کی درستگی اور رعیت کی رضامندی کا کفیل ہے۔ یہ اس بات کا ضامن ہے کہ حکام اورعوام کے درمیان امن قائم اور مستحکم ہو لیکن دونوں کا یہ باہمی تعلق جبر وتشدد اورخوف وذلت سے نہیں بلکہ رضامندی اورخوش دلی سے قائم ہوتا ہے اور کتاب وسنت کی پیروی کرنے تک باقی رہتا ہے کیونکہ کتاب وسنت کی پیروی میں امن وشانتی پنہاں ہے اس لئے اسلام حکمراں یا امیر کی اطاعت اسی وقت تک درست سمجھتا ہے جب تک وہ امن وشانتی کا پاسدار ہو ورنہ بصورت دیگر اسے معزول کردیا جائے گا۔

اسلام نے انسانی جان کوسب سے زیادہ محترم قرار دیا ہے اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس نے ایک انسان کے ناحق قتل کوتمام انسانوں کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔

بنیادی حقوق افراد ومعاشرہ کی شخصیت کی بہتر نشوونما کے لئے ضروری ہیں اس لئے اسلام نے اس کی مکمل ضمانت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب تک معاشرہ میں تمام افراد کے لئے بنیادی حقوق حاصل نہ ہوں سماج میں امن وشانتی کی ایک عام فضا قائم نہیں ہوسکتی اوراسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان کا وجود۔

اسلامی تصور امن وشانتی میں انسانی حقوق کے نفاذ اوراس کے تحفظ کا مکمل اہتمام ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بنیادی حقوق میں جینے کا حق سب سے مقدم ہے اوراسلام کسی ایک آدمی کی ناحق جان لینے کوتمام انسانیت کی جان لینے کے مترادف قرار دیتا ہے اورایک فرد کی جان بچانے کوتمام نوع انسان کو زندگی بخشنے کے ہم معنی سمجھتا ہے۔ فرمان باری ہے۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (المائدہ:٣٢) جس نے ناحق کسی کوقتل کردیا گویا اس نے ساری انسانیت کا قتل کیا اور جس نے اسے بچالیا گویا اس نے ساری انسانیت کی حفاظت کی۔

الغرض اسلام ملک ومعاشرہ میں قیام امن وشانتی کے لئے فرد کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے اورایک ایک پہلو کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لے کران تمام ممکنہ راہوں کا سدباب کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے فتنہ وفساد اور بدامنی کے درآنے کا اندیشہ ہو اور وہ تمام ممکنہ ذرائع استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے امن وشانتی کو استحکام ملنے کا امکان ہو۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمين.

☆☆☆

قرآن کی عظمت وفضیلت

سب لوگوں میں ہے افضل و بہتر وہی انسان   خود پڑھتا ہے اوروں کو پڑھاتا ہے جو قرآن
عظمت کا سزاوار نہیں ہے وہ مسلمان   دل جس کا ہے قرآن کی آیات سے ویران
وہ شخص حقیقت میں مسلمان نہیں ہے
جس شخص کے کردار میں قرآن نہیں ہے

ہے عام سبھی کے لئے قرآں کی ہدایت   پڑھ کر اسے حاصل کرے جو چاہے نصیحت
جس کو بھی میسر ہوئی قرآن سے نسبت   وہ صاحبِ عظمت ہے سزاوارِ فضیلت
اللہ نے قرآن کو ذی شان بنایا
تذکیر کی خاطر اسے آسان بنایا

قرآن کا دستور ہے دستورِ مساوات   یکساں ہیں ہر انساں کے لئے اس کی ہدایات
عبرت کے لئے اس میں ہیں قوموں کی حکایات   حکمت کے خزانوں سے بھری اس کی ہیں آیات
قرآن کی تعلیم سے جو شخص ہے غافل
وحشی ہے وہ تہذیب سے عاری ہے وہ جاہل

جو لوگ ترقی کی بلندی پہ گئے ہیں   قرآں کی ہدایت پہ مسلسل وہ چلے ہیں
جو ذلت وخواری میں گرفتار ہوئے ہیں   ناقدریِ قرآن سے پستی میں گرے ہیں
چاہت ہے اگر جنتِ فردوس کو پالو
قرآن کی آیات کو سینے میں بسالو

قرآن کو پڑھ کر جہاں ہوتی ہے نصیحت   ہوتی ہے سکینت وہاں ہوتی ہے سعادت
جس گھر میں ہوا کرتی ہے قرآن کی تلاوت   ہر شر سے ہوا کرتی ہے اس گھر کی حفاظت
شیطاں کو بھگانا ہے تو پڑھ لیجئے قرآن
قرآن کو سن کر نہیں رک پاتا ہے شیطان

جب بھی کبھی قرآن سے ہم دور ہوئے ہیں   کمزور ہوئے بے بس ومعذور ہوئے ہیں
کفار کی ماتحتی پہ مجبور ہوئے ہیں   ہم قہرِ خداوندی میں محصور ہوئے ہیں
حاصل تھی جو پہلے ہمیں طاقت وہ کہاں ہے
جن ملکوں کے حاکم تھے حکومت وہ کہاں ہے

دل میں کبھی آنے نہ دیں ہم اپنے تکبر   ہم طالبِ حق بن کے رہیں محوِ تفکر
قرآن سے ہٹ کر نہ کریں کوئی تصور   قرآن میں کرتے رہیں ہم فکر وتدبر
قرآن سے رشتہ نہ ہمارا کبھی ٹوٹے
رحمٰن عمل سے نہ ہمارا کبھی روٹھے

شمیم احمد انصار عمری، پرنسپل جامعہ محمدیہ کھیدو پورہ، مئو 9305565538

حج وعمرہ کے فضائل وبرکات

مولانا محمد منیر قمر، سعودی عرب

نماز، روزہ اورزکوٰۃ کی طرح ہی حج وعمرہ بھی ایک اہم عبادت ہے بلکہ ایک اعتبار سے تو یہ دیگر عبادات سے بھی جلیل القدر ہے کیوں کہ نماز اور روزہ صرف بدنی عبادات ہیں۔ اورزکوٰۃ مالی عبادت ہے جب کہ حج وعمرہ مالی اور بدنی ہر قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے۔

اسلام کا رکن: دین اسلام میں حج وعمرہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک رُکن قرار دیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**بنی الاسلام علی خمس : شهادة ان لااله الا الله، وان محمدارسول الله، واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة وصوم رمضان وحج البيت.**'' (۱)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

افضل عمل: ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو افضل ترین اعمال میں سے ایک شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''**ای العمل افضل؟**'' سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ''**الايمان بالله ورسوله.**'' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ کہا گیا کہ اس کے بعد؟ تو ارشاد ہوا: ''**الجهاد في سبيل الله.**'' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا کہ اس کے بعد؟ تو آپ نے فرمایا: ''**حج مبرور.**'' حج مقبول۔ (۲)

حج مبرور؟: علماءکرام نے ''حج مبرور'' کی شرح بیان کرتے ہوئے متعدد آراء کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی رحمہ اللہ ''القِریٰ لقاصد اُم القُریٰ'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ حج ہے جس کے دوران کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ حج ہے جو عنداللہ مقبول ہو جائے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے وہ حج مراد ہے جس میں ریا وشہرت، فحاشی اور لڑائی جھگڑا نہ کیا گیا ہو، اور کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ اس سے آدمی پہلی کی نسبت بہتر ہو کر لوٹے اور گناہ کی کوشش نہ کرے۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ:

''ایسا حج جس کے بعد انسان دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طلب گار بن جائے۔ جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ حج کے مفہوم میں یہ سبھی امور شامل ہیں۔'' (المرعاۃ شرح المشکوٰۃ جلد ۶ ص ۱۹۰، طبع مکتبۂ اثریہ سانگلہ ہل، شیخوپورہ، پاکستان)

گناہوں سے کلی طہارت: کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو فریضۂ حج سے سبکدوش ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اور سابقہ گناہوں سے کلی طور پر پاک ہو کر لوٹتے ہیں جیسے کوئی نوزائیدہ بچہ جنم لیتے وقت اس دُنیا میں گناہوں سے پاک آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**من حج، فلم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته اُمه**'' (۳)

جس نے حج کیا اور دوران حج اس سے نہ کوئی شہوانی فعل سرزد ہوا اور نہ اس نے فسق وفجور (گناہ) کا ارتکاب کیا۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹا کہ گویا آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔

اور صحیح مسلم وابن خزیمہ میں حضرت بن شماسہ سے مروی ہے کہ معروف صحابی رسول حضرت عمرو بن عاص پر موت کا عالم طاری ہوا تو اس وقت ہم ان کے پاس موجود تھے۔ وہ دیر تک خشیت الٰہی سے روتے رہے اور پھر اپنے قبول اسلام کا واقعہ سنانے لگے اور فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں قبول اسلام کا جذبہ پیدا فرمایا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! اپنا دست مبارک آگے بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں۔ اور جب آپ نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، آپ نے فرمایا: عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میں ایک شرط پیش کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ تو آپ نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں: **ان الاسلام يهدم ما كان قبله وان الهجرة تهدم ما كان قبلها وان الحج يهدم ما كان قبله.**'' (۴)

اسلام قبول کرنا پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت کرنا (دین کی خاطر) پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور حج کرنا بھی سابقہ گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔

جنت کی بشارت: حج وعمرہ سے حاصل ہونے والی سعادتوں، کامرانیوں اور فضائل وبرکات کا یہ عالم ہے کہ تمام گناہوں سے کفارے کے ساتھ ساتھ جنت کی خوشخبری بھی کانوں میں رس گھولتی، دلوں میں ایمان جگاتی اور روح کو بالیدگی وتازگی بخشتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے: **العمرة الی العمرة کفارة لما بینهما والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة.**"(۵)

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے۔

بوڑھوں، ضعیفوں اور عورتوں کا جہاد: میدانِ کارزار میں کفار ومشرکین کو تہِ تیغ کرنے والے غازیوں اور شہیدوں کو اللہ تعالی نے جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے۔ وہ صرف انہی لوگوں کا حصہ ہے جو اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لیے اور سروں پر کفن باندھے محاذِ جنگ پر دشمنوں کو للکارتے ہیں۔ مگر وہ انسانی طبقے جو اس دِل گردہ کے مالک نہیں ہوتے کہ معرکۂ حق وباطل کو سر کریں۔ انہیں جہاد کا ثواب عطا کرنے کے لیے اللہ تعالی نے حج کو اس کا نعم البدل قرار دیا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف اور بعض دیگر کتب حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "**نری الجهاد افضل الاعمال، افلا نجاهد؟**" ہم جہاد کو افضل اعمال میں سے سمجھتے ہیں تو کیا ہم (عورتیں) بھی جہاد نہ کریں؟

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**لکن افضل الجهاد، حج مبرور**"(۶) تمہارے لیے افضل جہاد، حج مبرور ہے۔"

جب کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ میں نے آپ سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: "**جهادکن الحج.**" تمہارا جہاد حج ہے۔

جب کہ مسند احمد اور ابن ماجہ کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟"

آپ نے فرمایا: "**نعم علیهن جهاد لاقتال فیه، الحج والعمرة.**" (۸) ہاں ان پر ایسا جہاد ہے جس میں کوئی قتال وجنگ نہیں۔ اور وہ ہے حج اور عمرہ۔

اس حدیث کی سند کو محدث عصر علامہ محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

(انظر تحقیق المشکوٰۃ ۷۷۷/۲، حدیث:۲۵۳۴، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل ۱۵۱/۴)

جب کہ نسائی شریف کی ایک حسن سند والی حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**جهاد الکبیر والضعیف والمراة الحج والعمرة.**"(۹) بوڑھوں، کمزوروں، ضعیفوں اور عورتوں کا جہاد حج وعمرہ ہے۔

(حسنہ المنذری فی الترغیب والترہیب ۵/۳) بہ تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید۔

اللہ کے مہمان: حجاج کرام کے لیے یہی شرف کیا کم ہے کہ عازمینِ حج وعمرہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث میں اللہ کا وفد ومہمان قرار دیا ہے۔ چنانچہ نسائی شریف کی ایک حدیث ہے جس کی سند کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے تحقیق المشکاۃ (۷۷۷/۲ حدیث ۲۵۳۷) میں حسن قرار دیا ہے۔ اور جسے امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: **وفد الله ثلاثة، الغازی والحاج والمعتمر.**" (۱۰) تین قسم کے لوگ اللہ کے وفد (مہمان) ہیں۔ جہاد، حج اور عمرہ کرنے والے۔

قابل رشک زندگی اور قابل فخر موت: حاجی کو اللہ تعالی نے اس قدر شرف وثواب سے نوازا ہے کہ اس کا جینا بھی قابل رشک ہے۔ اور اس کی موت بھی قابل فخر واعزاز ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ میدانِ عرفات میں ایک شخص اونٹنی سے گرا اور جانبر نہ ہوا بلکہ اس کی روح پرواز کرگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دو اور انہی احرام کے کپڑوں میں کفن دیدو اس کے سر کو نہ ڈھانپو اور نہ اسے خوشبو لگاؤ اور فرمایا: "**فانه یبعث یوم القیامة ملبیا.**"(۱۱) یہ قیامت کے دن اس طرح اُٹھایا جائے گا کہ یہ لبیک اللہم لبیک پکار رہا ہوگا۔

عمرۂ رمضان: عموماً دیکھا جاتا ہے کہ صاحبِ استطاعت لوگ ماہِ رمضان المبارک میں اکثر عمرہ کے لیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہی ہے کہ دیگر مہینوں کی نسبت رمضان المبارک کے مہینہ میں عمرے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ رمضان میں عمرہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "**ان عمرة فی رمضان تعدل حجة.**" (۱۲) رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

مگر یاد رہے کہ اس عمرے سے اسلام کے رکنِ حج کی فرضیت ہرگز ساقط نہیں ہوگی۔ بلکہ جب کسی پر فرضیت حج کی شرائط پوری ہو جائیں تو اس پر حج کرنا فرض ہوگا۔

فرضیت حج: یہ تو اللہ تعالی کا خاص احسان ہے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حج وعمرہ پر ان تمام فضائل وبرکات اور عظیم انعامات کی بشارت دی ہے۔ جن کا ذکر ہم نے سابقہ سطور میں کیا ہے۔ ورنہ مسلمانوں کے لیے تو اس کی فرضیت کا حکم بھی تعمیل ارشاد کے لیے کافی ہے اور اس کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران آیت:۹۷ میں ارشادِ الٰہی ہے:

”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ “اورلوگوں پراللہ تعالی کا یہ حق (فرض) ہے کہ جواس کے گھر (بیت اللہ شریف) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، وہ اس کا حج کرے۔اور جو کوئی اس کے حکم کی پیروی سے انکار کرے تو (اسے معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تعالی تمام دنیاوالوں سے بے نیاز ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کو اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رُکن قرار دیا ہے۔(۱۳)

جب کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشادفرمایا:”**یا ایھا الناس! قد فرض علیکم الحج فحجوا.**“(۱۴)اے لوگو!تم پرحج فرض کیا گیا ہے لہذا تم حج کرو۔

اورامام نووی وحافظ ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ سے نقل کرتے ہوئے امام شوکانی لکھتے ہیں کہ اس بات پر پوری امتِ اسلامیہ کا اجماع ہے کہ پوری زندگی میں ایک مرتبہ حج وعمرہ کرنا فرض ہے۔(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار (۳۱۳/۴/۲، طبع مصر)

نفلی حج: اگرکوئی شخص ایک سے زیادہ مرتبہ حج کرے تو وہ نفلی ہوگا۔کیوں کہ صحیح مسلم، نسائی اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ارشادفرمایا: **یا ایھا الناس! قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل: اکل عام یا رسول الله؟ فسکت حتی قالھا ثلاثا.**“ اے لوگو!تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہذا تم حج کرو۔ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کریں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتی کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔“ تب پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ”**لو قلت: نعم، لوجبت ولما استطعتم.**“ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال حج کرنا) واجب ہوجاتا۔اورتم اس کی طاقت نہ پاتے۔

نسائی اور مسند احمد اور دارمی میں سوال کرنے والے اس شخص کا نام بھی مذکور ہے جو کہ حضرت اقرع بن حابس ہیں۔(۱۶)

اِس ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ حج وعمرہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ ہی فرض ہے۔اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”**العمرة الی العمرة کفارة لما بینھما والحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة.**“ (۱۷)ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اورحج مبرور کی جزاء تو جنت ہی ہے۔

اِس حدیث کونقل کرتے ہوئے مفتی عالم اسلام سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ (سابق وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی وسابق ڈائرکٹر جنرل ادارات بحوث علمیہ ودارالافتاء ودعوت وارشاد۔سعودی عرب) نے لکھا ہے کہ نفلی حج وعمرہ میں کثرت مسنون ہے۔

(التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرة والزیارة ص ۸، بیسواں ایڈیشن وفی الباب احادیث اخری، انظرھا فی الفتح الربانی: ۱۱/۸،۹،۱۰)

اور صحیح ابن حبان، بیہقی، مصنف عبدالرزاق، مسند ابویعلی اورطبرانی اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”**یقول الله تعالی: ان عبدا صححت له جسمه ووسعت علیه فی المعیشة، تمضی علیه خمسة اعوام لایفد الی لمحروم.**“ (۱۸)اللہ تعالی کہتا ہے: میں نے اپنے بندے کوجسمانی صحت اور مالی وسعت عطا کی مگر پھر پانچ سال گزرنے کے باوجود وہ میرے پاس (حج کے لیے نہیں آتا۔ایسا آدمی فضائل وبرکات سے) محروم ہوتا ہے۔

اور ابوداؤد ونسائی، ابن ماجہ ومستدرک حاکم مسند احمد اور بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادنبوی ہے:”**الحج مرة، فمن زاد فتطوع.**“ (۱۹) فرض حج صرف ایک مرتبہ ہے جو زیادہ مرتبہ کرے وہ نفل ہے۔اس حدیث کوامام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اورعلامہ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی میں جلدی کرنا: جب کوئی اتنی رقم، حالات اور وسائل کا مالک ہوجائے کہ وہ حج کرسکتا ہے تو اُسے حکم ہے کہ وہ فوراً اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوجائے کیوں کہ مسند احمد میں ارشاد نبوی ہے: ”**تعجلوا الی الحج یعنی الفریضة فان احدکم لایدری مایعرض له من مرض او حاجة.**“ (۲۰)فریضہ حج کی ادائیگی میں جلدی کرو، اس لیے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اُسے کب کوئی بیماری یا شدید ضرورت اس سے روک لے۔

اس اور ایسی ہی دیگر احادیث کی بنا پر امام ابوحنیفہ، ابویوسف، مالک اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے قدرت واستطاعت حاصل ہوجانے پر فوراً حج کی ادائیگی کوواجب قرار دیا ہے۔اور امام شافعی، اوزاعی، ثوری اور محمد (صاحب ابی حنیفہ) رحمہم اللہ اور بقول ماوردی صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس، انس اور جابر رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے امام عطا وطاؤس رحمہما اللہ کے نزدیک وقتِ وجوب کے بعد جب چاہے حج کرسکتا ہے۔

(جانبین کے دلائل کی تفصیل کے لیے دیکھئے: الفتح الربانی فی شرح بلوغ الامانی ازاحمد عبدالرحمٰن البنا (۱۱/۱۹-۲۲)

ترکِ حج پر وعید: جوشخص استطاعت کے باوجود اپنے دنیاوی مشاغل میں مصروف رہے اور جان بوجھ کر فریضۂ حج کی ادائیگی کو مؤخر کرتا جائے حتی کہ اسی حالت میں اسے حج کئے بغیر ہی موت آجائے اس کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔سنن سعید بن منصور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

میں نے ارادہ کیا کہ ان شہروں کی طرف اپنے آدمی بھیجوں وہ ہر اس آدمی کا پتہ

چلائیں۔جس نے طاقت کے باوجود حج نہ کیا ہوتا کہ میرے آدمی ایسے لوگوں پر غیر مسلموں سے لیا جانے والا ٹیکس (جزیہ) نافذ کردیں۔اور آخر میں فرمایا: **ماهم بمسلمين، ما هم بمسلمين.**"(۲۱) وہ مسلمان نہیں، وہ مسلمان نہیں۔

حواشی

(۱) یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مختلف سندوں سے مروی ہے۔اسے بخاری (۸) اور مسلم (۱/۱۷۶-۱۷۷) ترمذی (۲۶۰۹) نسائی (۸/۱۰۷، ۱۰۸) سب نے "کتاب الایمان" میں، ابن خزیمہ (۳۰۸، ۳۰۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۲۵۰۵) ابن حبان (۱۵۸ بتحقیق شعیب) طبرانی نے المعجم الکبیر (۱۲/۳۰۹، ۴۱۲) میں، بیہقی (۱/۳۵۸، ۴/۸۱، ۱۹۹) احمد (۲/۲۶، ۹۳، ۱۲۰، ۱۴۳) ابو یعلی (۵۷۸۸) عبد بن حمید نے "المنتخب من المسند" (۸۲۳) میں، ابوعبیدہ نے "الایمان" (۱۴) میں، ابن مندہ نے بھی "الایمان" (۴۰-۴۳-۱۴۸-۱۵۰) ہی میں، دولابی نے "الکنی" (۱/۸۰) میں، آجری نے الشریعۃ (۱۰۶) میں، مروزی نے "تعظیم قدر الصلاۃ" (۴۱۱، ۴۱۸) میں، اور بکری نے "الاربعین" (۸۲) میں روایت کیا ہے۔یہ حدیث جریر بن عبداللہ البجلی، ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۱- حدیث جریر کو احمد (۴/۳۶۲، ۳۶۴) ابویعلی (۷۵۰۲، ۷۵۰۷) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۲/۳۲۶، ۳۲۷) اور "المعجم الصغیر" (۲/۸) میں، مروزی (۴۱۹، ۴۲۲) اور آجری اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۷/۳۸۶) میں روایت کیا ہے اور جریر رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح ثابت ہے۔

۲- حدیث ابوہریرہ کو ابن النجار (۱۵/۳۸۷، ۳۸۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

۳- حدیث ابن عباس کو طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۲/۱۷۴) میں روایت کیا ہے اور اس کے اخیر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی ترک کردیا وہ کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے۔مگر اس کی سند بھی ضعیف ہے۔اس کی سند پر بحث اور اس کی مفصل تخریج ہم دادا مرحوم کے رسالہ "فلاح دارین" حدیث (۵۰) میں کریں گے۔(یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔مصنف)

(۲) اس حدیث کو بخاری (۲۶، ۱۵۱۹) "الایمان والحج"، مسلم (۲/۷۲) "الایمان" ابوعوانہ (۱/۶۲) نسائی (۵/۱۱۳، ۶/۱۹) "الحج والجهاد" اور "الایمان" ۸/۹۳، ۹۴) میں اس کا پہلا ٹکڑا، دارمی (۲/۲۰۱) "الجهاد" ابن حبان (۱۵۳ تحقیق الشیخ شعیب) بیہقی (۵/۲۶۲، ۹/۱۵۷) اور احمد (۲/۲۶۴، ۲۶۸، ۲۶۹) نے سعید بن المسیب کے واسطہ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔اس کو ترمذی (۱۶۵۸) "فضائل الجهاد" طیالسی (۱/۲۰۲، ۲۳۲) اور اسی طرح احمد (۲/۲۵۸، ۲۸۷، ۳۴۸، ۴۴۲، ۵۲۱) نے بھی ابوہریرہ سے اور واسطوں سے بھی کچھ لفظی فرق سے روایت کیا ہے۔یہ حدیث عبداللہ بن حبشی، عبداللہ بن سلام، عمرو بن العاص اور عائشہ یا شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے مگر خوف طوالت سے ان کی تخریج ترک کی جاتی ہے۔

(۳) اس حدیث کو بخاری (۱۵۲۱، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰) "الحج والمحصر" مسلم (۹/۱۱۹) ترمذی (۸۱۱) نسائی (۵/۱۱۴) دارمی (۲/۳۱) ابن خزیمۃ (۲۵۱۴) بیہقی (۵/۶۷، ۲۶۱، ۲۶۲) اور احمد (۲/۲۲۹، ۲۴۸، ۴۱۰، ۴۸۴، ۴۹۴) نے روایت کیا ہے۔

تنبیہ: بحشل الواسطی نے "تاریخ واسط" (۱۸۲) میں اور دارقطنی (۲/۲۸۴، ۲۱۳) نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان کے ہاں اس میں "اَوِاعْتَمَر" (یا جس نے عمرہ کیا) اس کا اضافہ بھی ہے۔مگر یہ اضافہ صحیح نہیں کیوں کہ اس اضافہ کو روایت کرنے والے حجاج بن اُرطاۃ ہیں اور یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں کہا ہے۔

یہی اضافہ ایک دوسرے طریق (سند) میں بھی ہے اور اس طریق سے اس حدیث کو عقیلی (۴/۳۳۸) اور ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" (۷/۱۴۳) میں روایت کیا ہے مگر اس طریق میں بھی یہ اضافہ صحیح نہیں کیوں کہ اس میں ایک راوی ہشام بن سلیمان ہے۔اس کی جو حدیث ابن جریج سے نہ ہو اس میں اس کو وہم ہوتا ہے جیسا کہ عقیلی نے کہا ہے اور یہ حدیث اس نے ابن جریج سے نہیں بلکہ ثوری سے بیان کی ہے۔نیز اس سے اس حدیث کی سند میں بھی غلطی ہوئی ہے جیسا کہ عقیلی نے صراحت کی ہے۔اسی لیے ذہبی نے "میزان" (۴/۲۹۹) میں کہا ہے کہ اس نے یہ حدیث عجیب سند سے روایت کی ہے اور ابونعیم نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ہشام اسے بیان کرنے میں منفرد ہے۔اور اس نے لفظ "الاعتمار" بڑھا دیا ہے۔

(۴) اس حدیث کو مسلم (۲/۱۳۷، ۱۳۸) "الایمان" ابن خزیمہ (۲۵۱۵) اور اسی طرح ابوعوانہ (۱/۷۰) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵) یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو مالک (۱/۳۴۶/۶۵) بخاری (۱۷۷۳) مسلم (۹/۱۱۷، ۱۱۸) نسائی (۵/۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵) ترمذی (۹۳۳) دارمی (۲/۳۱) ابن ماجہ (۲۸۸۸) ابن خزیمہ (۲۵۱۳، ۳۰۷۲، ۳۰۷۳) بیہقی (۴/۳۴۳، ۵/۲۶۱) اور احمد (۲/۲۴۶، ۴۶۱، ۴۶۲) نے روایت کیا ہے۔

(۶) ان الفاظ سے اس حدیث کو بخاری (۱۵۲۰، ع ۲۷۸۴) "الحج والجهاد" بیہقی (۹/۲۱) اور ابویعلی (۴۷۱۷) نے روایت کیا ہے۔مذکورہ الفاظ سے کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔اور ان الفاظ سے بھی اس کو بخاری (۱۸۶۱) "جزاء الصید" بیہقی (۴/۳۲۴) اسی طرح نسائی (۵/۱۱۴، ۱۱۵) احمد (۶/۷۹) اور ابن مندہ نے "الایمان" (۲۲۹) میں روایت کیا ہے۔

(۷) ان الفاظ سے اس حدیث کو بخاری (۲۸۷۵) "الجهاد" بیہقی (۴/۳۲۶، ۹/۲۱) اور احمد (۶/۶۷، ۱۶۵، ۱۶۶) نے روایت کیا ہے۔بیہقی اور احمد میں "جهادکن" کے بعد "اَوحسبکن" کے الفاظ بھی ہیں۔اس حدیث کو سعید بن منصور (۲۳۳۹) ابن عدی (۴/۱۳۸۷) اور ابویعلی (۴۵۱۱) نے "جهاد النساء الحج" (عورتوں کا جہاد حج ہے) کے الفاظ سے بھی روایت کیا ہے۔اسی طرح ملاحظہ ہو مسند احمد (۶/۶۸، ۷۱، ۱۲۰)

(۸) اس کو احمد (۶/۱۵۶) ابن ابی شیبہ (۳/۱۲۲-دار التاج) ابن ماجہ (۲۹۰۱) ابن خزیمہ (۳۰۷۴) فاکھی (۱/۳۷۶، ۳۷۷) اور دارقطنی (۲/۲۸۴/۲۱۵) نے عائشہ بنت طلحہ کے واسطہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ابن خزیمہ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور نووی نے اس کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ملاحظہ ہو "المجموع" (۷/۴) احمد (۶/۷۵) بیہقی (۴/۳۵۰) اور دارقطنی نے اس کو عمران بن حطان کے واسطے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور یہ سند جید ہے نووی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۹) اس کو نسائی (۵/۱۱۴) سعید بن منصور (۲۳۴۴) بیہقی (۴/۳۵۰، ۹/۲۳) عبدالرزاق (۹۷۰۹، ۹۷۱۰) اور احمد (۲/۴۲۱) نے روایت کیا ہے۔

منذری نے اگرچہ اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ مضطرب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔لیکن یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔

ان شواہد میں علی، ام سلمہ اور عائشہ کی حدیثیں ہیں۔

۱-حدیث علی کو قضاعی نے ''مسند الشھاب'' (۸۱) میں روایت کیا ہے۔

۲-حدیث اُم سلمہ کو ابن ابی شیبہ (۱۲۲/۳-دارالتاج) ابن ماجہ (۲۹۰۲) طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' (۲۹۲/۲۳،۳۹۳) میں فاکھی نے ''اخبار مکہ'' (۳۷۷/۱) میں طیالسی (۲۰۲/۱) احمد (۲۹۴/۶، ۳۰۳،۳۱۴) ابویعلی (۶۹۶، ۷۰۲۹) اور قضاعی نے روایت کیا ہے ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ ہر کمزور کا جہاد حج ہے۔

۳-حدیث عائشہ اس کی تخریج نمبر ۷ میں ملاحظہ کریں۔

(۱۰) اس کو نسائی (۱۱۳/۵، ۱۶/۶) ''الحج والجہاد'' اسی طرح ابن خزیمہ (۲۵۱۱) ابن حبان (۹۶۵) حاکم (۴۴۱/۱) بیہقی (۲۶۲/۵) ابن مندہ نے ''الایمان'' (۲۳۱) میں اور ابونعیم نے ''الحلیۃ'' (۳۲۷/۸) میں روایت کیا ہے۔اور اس کو ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے اور یہ مسلم کی شرط پر ہی ہے۔

(۱۱) اس کو بخاری (۱۲۶۵، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۱) ''الجنائز وجزاء الصید'' مسلم (۱۲۶/۸، ۱۳۰) ''الحج'' ابوداؤد (۳۲۳۸، ۳۲۴۱) ''الجنائز'' ترمذی (۹۵۱) ''الحج'' نسائی (۳۹/۴، ۱۴۴/۵، ۱۴۵، ۱۹۵، ۱۹۷) ''الجنائز والحج'' ابن ماجہ (۳۰۸۴، ۳۰۸۵) ''المناسک'' وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(۱۲) یہ حدیث ابن عباس، جابر، وہب بن خنبش، یوسف بن عبداللہ بن سلام، ام معقل، ام طلیق اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

۱-ابن عباس کی حدیث کو بخاری (۱۷۸۲، ۱۸۶۳) مسلم (۲/۹) نسائی (۱۳۰/۴، ۱۳۱) دارمی (۵۱/۲) وغیرہ نے عطاء کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ابوداؤد (۱۹۹۰) وغیرہ میں یہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ ۲-جابر کی حدیث کو احمد (۳۵۲/۳، ۳۶۱، ۳۹۷) اور ابن ماجہ (۲۹۹۵) نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے ''تلخیص'' (۳۲۷/۲) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۳-حدیث وہب بن خنبش کو احمد (۱۷۷/۴، ۱۸۶) ابن ماجہ (۲۹۹۱) اور خطیب نے ''الموضح'' (۴۳۸/۲، ۴۳۹) میں روایت کیا ہے۔اور بوصیری نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ''مصباح الزجاجۃ'' (۱۰۴۸) ابن ماجہ (۲۹۹/۲) احمد (۱۷۷/۴) بیہقی (۳۴۶/۴) دولابی نے الکنی (۱۶۲/۲) اور خطیب نے ''الموضح'' (۲۳۹/۲) میں اس کو ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے۔ ایک تو یہ سند ضعیف ہے نیز اس میں وہب کے بجائے ہرم ہے جو کہ صحیح نہیں بلکہ صحیح وہب ہی ہے جیسا کہ بخاری اور خطیب نے کہا ہے۔ ۴-حدیث یوسف بن عبداللہ بن سلام کو احمد (۳۵/۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ ۵-حدیث ام معقل کو ابوداؤد (۱۹۸۸) اور ترمذی (۹۳۹) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔حاکم اور ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ۶-حدیث اُم طلیق کو بزار (۱۱۵۱) اور دولابی نے ''الکنی'' (۴۱/۱) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(۱۳) اس حدیث کی مفصل تخریج نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

(۱۴) اس حدیث کی تخریج نمبر ۱۵ میں آرہی ہے۔

(۱۵) اس حدیث کو مسلم (۱۰۰/۹، ۱۰۱) نسائی (۱۱۰/۵) ابن خزیمہ (۲۵۰۸) دارقطنی (۲۸۱/۲، ۲۸۲) بیہقی (۴۲۶/۴) احمد (۵۰۸/۲) اور ابن حزم نے ''محلی'' (۶۴/۱) اور ''الاحکام فی اصول الاحکام'' (۱۷/۸) میں روایت کیا ہے۔

(۱۶) یہ ابن عباس کی حدیث ہے اور اس کی تخریج نمبر ۱۹ میں آرہی ہے۔

(۱۷) اس کی تخریج نمبر ۵ میں گزر چکی ہے۔

(۱۸) ابن حبان (۹۶۰) بیہقی (۲۶۲/۵) عبدالرزاق (۸۸۲۶) ابویعلی (۱۰۳۱) طبرانی نے اوسط (۴۹۰) میں اس طرح اس کو ابن عدی (۹۳۳/۳) فاکھی نے ''اخبار مکہ'' (۴۳۶/۱، ۴۳۷) میں بیہقی نے شعب الایمان (۲/۸۷، ۳۷) میں اور خطیب نے بھی ''تاریخ بغداد'' (۳۱۸/۸) میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ابوہریرہ سے بھی مروی ہے اس کو عقیلی (۲۰۶/۲، ۲۰۷) ابن عدی (۳۹۶/۴) فاکھی، بیہقی اور خطیب نے الموضح (۲۶۶/۱، ۲۶۷) میں روایت کیا ہے، شیخ البانی نے اس کو الاحادیث الصحیحۃ (۱۶۶۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۱۹) اس حدیث کو ابوداؤد (۱۷۲۱) نسائی (۱۱۱/۵) ابن ماجہ (۲۸۸۶) دارمی (۲۹/۲) ابن ابی شیبہ (۸۵/۴) دارقطنی (۲۷۸/۲، ۲۸۰) حاکم (۴۴۱/۱، ۴۷۰) بیہقی (۳۲۶/۴، ۱۷۸/۵) احمد (۱۵۵/۱، ۲۹۰، ۲۹۱، ۳۵۲، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲) اور عبد بن حمید نے ''المنتخب من المسند'' (۶۷۷) میں ابوسنان کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ابن الجارود (۴۱۰) دارمی، طیالسی (۲۰۲/۱) اور احمد (۲۹۲/۱، ۳۰۱، ۳۲۵) نے اس کو عکرمہ کے واسطے سے بھی ابن عباس سے روایت کیا ہے۔اس سے بھی ابوسنان کی روایات کی تائید ہوتی ہے۔

(۲۰) اس حدیث کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے یا عبداللہ سے فضل نے یا فضل سے عبداللہ نے روایت کیا ہے اور یہ شک بعض راویوں سے ہے۔اور یہ صحیح حدیث ہے اس کو احمد (۲۱۴/۱، ۳۱۴، ۳۲۳، ۳۵۵) ابن ماجہ (۲۸۸۳) طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' (۲۸۷/۱۸، ۲۸۸، ۲۹۶) میں فاکھی نے ''اخبار مکۃ'' (۳۸۴/۱) میں بیہقی (۳۴۰/۴) اور خطیب نے ''الموضح'' (۴۰۷/۱) میں روایت کیا ہے۔اور یہ سند ابواسرائیل اسماعیل بن خلیفہ کی وجہ سے ضعیف ہے مگر طبرانی (۲۸۸/۱۸) میں اس کی سند کی متابعت موجود ہے۔اس سند میں ایک راوی عبدالکریم ہے یہ عبدالکریم اگر عبدالکریم الجزری ہے تو یہ سند حسن درجہ کی ہے۔ غالبا یہ عبدالکریم جزری ہی ہیں۔ کیوں کہ اس حدیث کو عبدالکریم سے روایت کرنے والا ''فرات بن سلمان الجزری'' ہے۔فرات کو ابن ابی حاتم نے ''الجرح والتعدیل'' (۸۰/۷) میں ذکر کیا ہے اور اپنے باپ ابوحاتم سے اس کے بارے میں یہ کلمات نقل کئے ہیں۔ ''لابأس بہ محلّہ الصدق صالح الحدیث''

اس سند کے باقی سب راوی ثقہ ہیں۔ جب کہ عبدالکریم، عبدالکریم بن ابی المخارق نہیں بلکہ عبدالکریم الجزری ہو، اس حدیث کی ابن عباس سے ایک دوسری سند بھی ہے مگر اس سند کے الفاظ مختصر ہیں اور وہ یہ ہیں ''من اراد الحج فلیتعجل'' (جو حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے جلدی کرنا چاہئے۔)

ان الفاظ سے اس کو ابوداؤد (۱۷۲۳۳) دارمی (۲۸/۲) حاکم (۴۴۸/۱) بیہقی (۳۴۰/۴) احمد (۲۲۵/۱) عبد بن حمید نے ''المنتخب من المسند'' (۶۷۰) اور دولابی نے ''الکنی'' (۱۲/۲) میں روایت کیا ہے۔

اس سند میں ابن عباس سے راوی مہران ابوصفوان ہے اور یہ مجہول ہے جیسا کہ ''تقریب'' (۲۷۹/۲) میں ہے۔

شیخ البانی نے ''ارواء الغلیل'' (۹۹۰) میں اسرائیل اور مہران والی دونوں سندوں کو ملا کر اس حدیث کو حسن کہا ہے ان کے پیش نظر اگر عبدالکریم والی سند بھی ہوتی تو غالبا وہ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے۔

حاصل کلام اس حدیث کی سب سندوں کو ملا لینے سے یہ حدیث صحیح ہے۔

☆☆☆

حج اور عمرہ کیسے کریں؟

شیخ محمد صالح العثیمین

حج اور عمرہ کرنے کا سب سے بہتر طریقہ وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے تاکہ اللہ کی محبت اور اس کی مغفرت کو پالے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورہ آل عمران:۳۱) ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔''

حج کے اقسام میں سب سے بہتر حج تمتع ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے مناسب ہے جن کے پاس ھدی (قربانی کا جانور) نہیں ہے۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسی کا حکم دیا اور تاکید بھی کی ہے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: ''لو استقبلت من أمري ما استدبرت ما سقت الهدي ولحللت معكم.'' اگر مجھے پہلے سے یہ بات معلوم ہوگئی ہوتی جواب معلوم ہوئی ہے تو میں ہدی نہ لاتا اور تمہارے ساتھ حلال ہو جاتا۔

تمتع وہ حج ہے کہ حج کے مہینے میں عمرہ مکمل کرکے حاجی حلال ہو جائے پھر حج کے لیے اسی سال احرام باندھے۔

عمرہ: ۱- جب آپ عمرہ کے لیے احرام کا ارادہ کریں تو غسل کریں جس طرح جنابت سے غسل کرتے ہیں۔ پھر احرام کے کپڑے ''لنگی اور چادر'' پہنیں۔ عورتیں زینت وسنگار کے علاوہ جو کپڑے چاہیں پہنیں پھر یہ دعاء پڑھیں: ''لبیک عمرة لبیک اللھم لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک.'' ''اے اللہ! عمرہ کے لیے حاضر ہوں۔ اے اللہ! حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، تیرے پاس حاضر ہوں، بے شک تعریف، نعمت اور ملک تیرا ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔'' ''لبیک'' کا معنی ہے: ''اے اللہ! حج اور عمرہ میں سے جس چیز کو تو نے دعوت دی ہے میں نے قبول فرمائی۔''

۲- میقات سے احرام باندھ کر جب آپ مکہ پہونچیں تو عمرہ کے لیے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کریں، طواف کو حجر اسود سے شروع کریں اور وہیں ختم کریں۔ پھر اگر آسانی ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے قریب ہو کر دو رکعت نماز پڑھیں ورنہ دور ہی پڑھ لیں۔

۳- نماز پڑھنے کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کریں، سعی کی ابتداء صفا سے کریں اور مروہ پر ختم کریں۔

۴- سعی کرنے کے بعد اپنے سر کے بال کٹوائیں۔ اب آپ کا عمرہ مکمل ہو گیا اپنے احرام کو کھول دیں۔

حج: ۱- حج کرنے کا ابتدائی طریقہ یہ ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو میقات سے احرام باندھیں۔ اگر میسر ہو تو غسل کرلیں اور احرام کا لباس پہن لیں اور کہیں: ''لبیک حجا، لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک.'' ''اے اللہ! حج کے لیے حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، تیرے پاس حاضر ہوں۔ بیشک تعریف، نعمت اور ملک تیرا ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔''

۲- پھر منیٰ کی طرف نکلیں اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز قصر کے ساتھ پڑھیں۔ یعنی چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھیں۔

۳- جب سورج طلوع ہو جائے تو عرفہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور ظہر، عصر کی نماز جمع تقدیم کے ساتھ دو، دو رکعت پڑھیں اور عرفہ میں سورج غروب ہونے تک ٹھہرے رہیں اور قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ذکر کریں دعاء میں مشغول رہیں۔

۴- سورج غروب ہو جائے تو عرفہ سے مزدلفہ کی طرف کوچ کریں اور وہاں مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھیں پھر ذکر واذکار کے لیے طلوع شمس تک ٹھہرے رہیں۔ اور اگر ضعیف ہیں کنکری مارنے کے وقت لوگوں کی مزاحمت (مصیبت) کی وجہ سے طاقت نہیں رکھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کہ رات کے آخری حصہ میں منیٰ کی طرف چل کر جائیں تاکہ لوگوں کے ازدحام سے پہلے شیطان کو پہلے کنکری ماریں۔

۵- جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہو جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں اور درج ذیل امور انجام دیں۔

(ا) جمرۂ عقبہ کو یہ جمرہ مکہ سے زیادہ قریب ہے سات کنکریاں پے در پے، یکے بعد دیگرے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہیں۔

(ب) پھر قربانی کے جانور کو ذبح کریں۔ ان میں سے خود کھائیں اور فقراء پر تقسیم کریں۔ ''ھدی'' (قربانی کا جانور) متمتع اور قارن پر واجب ہے۔

(ج) اپنے سر کے بال مونڈیں یا کاٹیں لیکن مونڈنا افضل ہے (اور عورت ایک

پورے کے بقدر بال کاٹے) اگر آسانی ہو تو یہ تینوں کام مذکورہ ترتیب کے مطابق انجام دیں، یعنی پہلے رمی کریں پھر ذبح کریں، پھر حلق کرائیں۔ اگر ان امور میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ رمی جمرہ، حلق اور قصر کے بعد آپ حالت احرام کی تمام ممنوعات سے مستفید ہو سکتے ہیں سوائے ہمبستری کے (کیوں کہ حلت کبریٰ کے بعد ہی بیوی آپ کے لیے حلال ہوگی)

۶- پھر مکہ کوچ کریں اور طواف افاضہ (حج کا طواف) اور صفاء، مروہ کی سعی کریں۔ طواف افاضہ کے بعد آپ کلی طور پر حلال ہو گئے ہیں اور حالت احرام کی تمام اشیاء حتی کہ بیوی بھی آپ کے لیے حلال ہوگئی۔

۷-سعی اور طواف کے بعد آپ منیٰ کی طرف نکلیں اور وہاں دسویں اور بارہویں ذی الحجہ کی رات گزاریں۔

۸- پھر گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کو کنکری ماریں، پہلے جمرہ سے شروع کریں (یہ مکہ سے سب سے دور ہے) پھر وسطیٰ، پھر جمرہ عقبہ، ہر ایک کو سات کنکریاں پے در پے اللہ اکبر کہتے ہوئے ماریں اور جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کی رمی کے بعد قبلہ رو ہو کر اللہ سے دعا مانگیں۔ ان دونوں میں زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔

۹- جب آپ بارہویں ذی الحجہ کو رمی مکمل کریں اور اگر جلدی نکلنا چاہیں تو غروب شمس سے پہلے منیٰ سے نکل جائیں اگر چاہیں تو تاخیر کریں اور یہی افضل ہے (چنانچہ تاخیر کی صورت میں) تیرہویں رات منیٰ میں گزاریں اور زوال کے بعد اس دن بھی تینوں جمرات کو ویسے ہی کنکری ماریں جیسا کہ بارہویں ذی الحجہ کو کنکری مارے تھے۔

جب آپ واپسی کا ارادہ کرلیں تو طواف وداع کریں البتہ حائضہ اور نفساء کے لیے طواف وداع نہیں ہے۔

فائدہ: حج اور عمرہ کا احرام باندھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ درج ذیل امور کی رعایت کریں:

۱- اللہ تعالیٰ نے جو دینی امور فرض کئے ہیں ان کا التزام کریں۔ مثلا پانچوں وقت کی نماز کا ادا کرنا۔

۲- جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس سے اجتناب کریں۔ جیسے جماع، فسق وفجور اور نافرمانی سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۷) جس کسی نے ان مہینوں میں حج کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا تو وہ بیوی سے جماع نہ کرے اور گناہ کی کوئی بات کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے۔

۳- مشاعر حج یا دیگر جگہوں پر مسلمانوں کو اپنے قول وفعل سے نقصان نہ پہونچائیں۔

۴- حالت احرام کی تمام ممنوعات سے پرہیز کریں۔ مثلا:

(أ) اپنے ناخن یا بال نہ کاٹیں۔ کانٹا اور اسی کے مثل کوئی چیز چبھ جانے پر خون نکل آئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(ب) احرام باندھنے کے بعد اپنے بدن اور کپڑے میں خوشبو نہ استعمال کریں۔ نہ ہی خوشبودار صابن سے طہارت حاصل کریں، البتہ اگر احرام باندھنے کے موقع پر استعمال کئے ہوئے خوشبو کا اثر باقی رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(ج) خشکی کے حلال جانور کا شکار نہ کریں۔

(د) زوجین ایک دوسرے سے نہ مباشرت کریں نہ کوئی ایسی گفتگو کریں جس سے جنسی خواہش کو تحریک ہو۔

(ھ) اپنا یا دوسرے کا نکاح نہ کریں اور اسی طرح اپنے یا دوسرے کے لیے نکاح کا پیغام نہ دیں۔

(و) دستانہ نہ پہنیں اور اگر دونوں ہاتھوں کو چیتھڑے سے لپیٹ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مذکورہ بالا ممنوعات مرد اور عورت دونوں کے لیے عام ہیں۔

مرد کے لیے درج ذیل امور خاص ہیں:

(أ) اپنے سر کو ٹوپی سے نہ چھپائیں لیکن چھتری، گاڑی کی چھت، خیمہ اور پلاسٹک وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ب) قمیص، عمامہ، ٹوپی، شلوار اور موزہ نہ پہنیں البتہ ازار نہ ملے تو شلوار پہنیں اور جوتے نہ میسر ہوں تو موزے پہن لیں۔

(ج) نیز عباء، قباء اور طاقیہ (پگڑی کے نیچے ٹوپی) وغیرہ بھی پہننا ممنوع ہے۔

☆ جوتا، انگوٹھی، چشمہ، ٹیلی اسکوپ Tele Scope (دوربین) گھڑی تھیلا یا بیگ وغیرہ کا پہننا یا لٹکانا جائز ہے۔

☆ غیر خوشبودار چیزوں سے طہارت ونظافت حاصل کریں اور اپنے سر اور بدن میں مل لیں اور اگر ملنے کے دوران بال ٹوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ عورت نقاب (جس سے چہرے کو ڈھانکا جاتا ہے اور آنکھیں کھلی ہوتی ہیں) نہ پہنے۔ نیز برقع کا استعمال بھی نہ کرے اور عورت کے لیے سنت یہی ہے کہ اپنا چہرہ کھلا رکھے لیکن محرم حضرات کے سامنے حالت احرام وغیرہ میں بھی پردہ کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور درود وسلام نازل ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور اصحاب پر۔

☆☆☆

مناسک حج وعمرہ میں اعتدال

محمد جنید بن عبدالمجید مکی
مدیر جمعیۃ الشبان المسلمین، بنارس

دین اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے تمام امور میں اعتدال اور توازن ہے، افراط وتفریط اور غلو وانتہا پسندی سے یہ دین بہت دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کے حاملین مسلمانوں کو امت اعتدال کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے کہ:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾(۱)اوراسی طرح ہم نے تمہیں امت اعتدال بنایاہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤاوررسول تم پر گواہ ہوجائیں۔

اس لئے نبی کریم ﷺ بھی صحابہ کرام کو اسی بات کی تلقین کرتے رہے "القصد القصد تبلغوا" (۲)اعتدال اختیار کرو اس اعتدال سے تم اپنی منزل مقصود پر پہونچ جاؤگے۔

اسی لئے حقوق ومعاملات، حدود وتعزیرات اور اعتقادات وعبادات غرضیکہ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں ان میں اعتدال کا عنصر نمایاں نظر آئے گا، اگر ہم اسلام کے عظیم رکن حج پر نظر ڈالیں اور اس کا تجزیہ کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ حج کے مسائل ومناسک میں اسلام نے کس طرح اعتدال کا التزام کیا ہے۔

حج کی فرضیت: حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے، چونکہ وہ بدنی ومالی عبادت ہے اسلئے غیر مستطیع پر واجب نہیں ہے تاکہ وہ حرج اور مشقت میں نہ پڑے، اللہ تعالیٰ نے اس اعتدال کو یوں واضح فرمایا:﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (۳)اللہ کے لئے ان لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

اور مستطیع پر بھی اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک بار حج فرض کیا ہے اس لئے کہ اس میں بہت مشقت ہے اور مختلف دشوار گزار مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "خطبنا رسول الله ﷺ فقال: أيها الناس قد فرض الله عليكم الحج فحجوا، فقال رجل: أكل عام يا رسول الله؟ فسكت حتى قالها ثلاثا فقال رسول الله ﷺ: لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم" (۴)رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو، ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہر سال؟ آپ خاموش رہے، اس نے تین بار یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہوجاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے، شریعت نے یہ بھی آسانی رکھی ہے کہ اگر کسی کے پاس مالی استطاعت ہے بدنی استطاعت نہیں ہے تو کسی کو اپنا وکیل اور نائب بنا کر حج پر بھیج سکتا ہے بشرطیکہ وہ پہلے خود اپنا حج کر چکا ہو، اسی طرح میت کی طرف سے بھی حج وعمرہ ادا کیا جاسکتا ہے۔(۵)

حج کے اقسام: حج میں اعتدال کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ شریعت میں حج کے مختلف انواع بیان کئے گئے ہیں۔ افراد، قران، تمتع۔ شریعت نے کسی ایک نوع کو واجب نہیں قرار دیا، بلکہ ان تینوں انواع میں سے کسی بھی حج کی نیت کرکے احرام باندھ لے تو اس کا حج صحیح ہے اور اس پر سے فریضۂ حج ساقط ہوجائے گا۔

احرام: ارکان حج وعمرہ میں سے ایک رکن احرام ہے، لیکن اس میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا کہ اس میں کسی خاص لباس کو متعین نہیں کیا گیا کہ لوگ مشقت میں پڑیں بلکہ مردوں کیلئے بغیر سلے دو صاف کپڑے ایک تہبند اور ایک چادر کو احرام کا لباس قرار دیا گیا تاکہ عام لوگوں کو آسانی کے ساتھ دستیاب ہوجائے، البتہ اگر سفید ہو تو مستحب ہے اور جوتا و چپل وہ پہنے جو ٹخنوں کو نہ ڈھانپے لیکن عورتوں کے لئے وہی کپڑے احرام ہیں جو عموماً وہ پہنتی ہیں البتہ حالت احرام میں عورت نقاب اور دستانہ نہیں پہنے گی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "ولا تنتقب المحرمة ولا تلبس القفازين" (۶)اور عورت حالت احرام میں نقاب نہ پہنے اور نہ ہی دستانہ۔

وقوف عرفہ: حج میں اعتدال کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وقوف عرفہ جو حج کا سب سے عظیم رکن ہے، بغیر اس کے حج نہیں ہوگا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الحج عرفة، حج وقوف عرفہ کا نام ہے اس کا وقت نویں ذی الحجہ کو طلوع فجر سے لیکر دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر تک ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نویں ذی الحجہ کو دن میں وقوف نہ کرسکے اور دسویں ذی الحجہ کی رات میں وقوف کرلے تو اس کے حج کا یہ عظیم رکن ادا ہوجائے گا۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے حضرت عروہ بن مضرس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عہد رسالت میں حج کیا تو رات کے وقت حاجیوں سے ان کی ملاقات مزدلفہ میں ہوئی، پھر وہاں سے وہ عرفات گئے پھر وہاں سے واپس ہوکر مزدلفہ آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول: میں نے اپنے آپ کو اور اپنی سواری کو بہت تھکایا تو کیا میرا حج ہوجائے گا آپ ﷺ نے فرمایا "من صلى معنا صلاة الغداة بجمع ووقف معنا حتى نفيض وقد افاض قبل ذلك من عرفات ليلا أو نهارا فقد تم حجه وقضى تفثه" (۷) جس نے ہمارے ساتھ نماز فجر مزدلفہ میں پڑھی اور ہمارے ساتھ وقوف کیا یہاں تک کہ ہم واپس ہوں اور اس سے پہلے وہ عرفات سے واپس ہوا ہے رات یا دن میں کسی وقت تو اس کا حج پورا ہوگیا اور اس نے اپنے میل کچیل کو دور کرلیا۔

رمی جمرات: حج میں اعتدال کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ رمی جمرات میں لوگوں کو آزاد نہیں رکھا گیا کہ جس طرح چاہیں اور جتنے بڑے پتھر سے چاہیں رمی کریں جیسا کہ آج کل بعض حجاج کرام نادانی میں کرتے ہیں اور دوسرے حاجیوں کے لئے

مصیبت اور پریشانی کا سبب بنتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کی دس تاریخ کی صبح فرمایا جب کہ آپ سواری پر تھے کہ میرے لئے کنکری چن لو، میں نے چھوٹی چھوٹی کنکری کو چنا جن کو آسانی سے انگلیوں پر رکھ کر پھینکا جاسکے تو آپ نے اپنے ہاتھ میں رکھ کر دوبار فرمایا "بامثال ھؤلاء" اسی طرح ہونا چاہئے اور یہ بھی ارشاد فرمایا: "ایاکم والغلو فانما هلك من كان قبلكم بالغلو فی الدین" (۸) غلو سے بچو، اس لئے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمی جمرہ کے موقع پر یہ بھی فرمایا "یا أیها الناس لایقتل بعضكم بعضا واذا رميتم الجمرة فارموا بمثل حصى الخذف" اے لوگو! تم میں سے بعض بعض کو قتل نہ کردے، جب تم رمی جمرہ کرو تو ان کنکریوں سے رمی کرو جن کو بآسانی انگلیوں پر رکھ کر پھینکا جاسکے۔ ابن قدامہ نے نقل کیا ہے کہ اثرم نے خذف کی تعریف یوں کی ہے کہ چنے سے تھوڑا بڑا اور بندق پھل سے چھوٹا ہوتا ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بکری کے مینگنی کے برابر پتھر سے رمی کیا کرتے تھے۔ (۹)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث "ایاکم والغلو......." پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عام لفظ کا سبب رمی جمرات ہے، جو کہ اس ممانعت میں داخل ہے، اور اس میں غلو یہ ہے کہ بڑے بڑے پتھر یا اس طرح کی چیزوں سے رمی کی جائے جو چھوٹی کنکریوں سے بڑی ہوں اور جب کہ پچھلی امتوں کی ہلاکت کا سبب غلو فی الدین ہے جیسا کہ نصاریٰ کی حالت ہے تو یہ ممانعت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان لوگوں کی مشابہت سے کلی طور پر بچا جائے تاکہ یہ امت ہلاکت میں نہ پڑے۔ (۱۰)

رمی جمرات کے سلسلے میں شریعت نے یہ بھی آسانی رکھی ہے کہ کنکریاں مزدلفہ یا منی جاتے ہوئے راستے میں یا منی سے جہاں سے بھی بآسانی مل جائیں انھیں چن لیں اور انھیں دھونے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے ایسا نہیں کیا تھا، اور آپ کا فرمان ہے "خذوا عني مناسككم، خذوا عني مناسككم" حج کے مناسک مجھ سے سیکھو۔ کنکری مارنے میں اعتدال کو ملحوظ رکھیں اور حد سے تجاوز نہ کریں کہ کسی کو تکلیف پہونچے۔ اس لئے کہ بعض حضرات بڑے بڑے پتھر لیکر اتنی زور سے مارتے ہیں کہ کسی کو لگ جائے تو اس کا سر پھٹ جائے یا آنکھ ضائع ہوجائے اسی طرح بعض لوگ جوتے سے مارتے ہیں کہ شیطان مار رہے ہیں حالانکہ وہ شیطان نہیں بلکہ حکم الٰہی ہے جسے نبی کریم ﷺ کی تعلیم کے مطابق بجا لانا ہے۔ اسی طرح ساتوں کنکریوں کو اکٹھا مارنا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ایک ایک کرکے مارنا ہے یعنی کنکری مارنے میں بھی اعتدال کو اپنایا جائے اور افراط وتفریط سے بچا جائے۔

رمی جمرات میں توکیل: کنکری مارنے میں آسانی کی خاطر توکیل بھی جائز ہے یعنی بچے، بوڑھے، کمزور اور عورتیں جو اپنی کنکری نہ مار سکیں ان کی جانب سے نائب بن کر کنکریاں مارنا صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "حججنا مع رسول الله ومعنا النساء والصبيان فلبينا عن الصبيان ورمينا عنهم" (۱۱) ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے، بچوں کا تلبیہ بھی ہم نے کہا اور ان کی طرف سے کنکریاں بھی ماریں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فاتقوا الله مااستطعتم﴾ (۱۲) پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

تو جو شخص کسی بچے، عورت یا کسی بوڑھے شخص کی کنکریاں مارنا چاہے وہ پہلے اپنی مارے پھر اسی جگہ اس شخص کی طرف سے مارے گا، یہ نہیں کہ پہلے اپنی کنکریاں مارنے کیلئے جائے پھر واپس ہوکر دوبارہ اس کے لئے جائے اس میں مشقت ہے اور اسلام آسانی اور اعتدال چاہتا ہے۔ (۱۳)

طواف کعبہ وحجر اسود کا بوسہ:

حج وعمرہ میں توسط اور اعتدال کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ طواف میں حجر اسود کا بوسہ جو سنت مؤکدہ ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ بآسانی دیا جاسکے اور اگر بوسہ دینا مشکل ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی ہے، اگر بوسہ دینے میں دیگر مسلمانوں کو تکلیف پہونچنے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں حجر اسود کا بوسہ نہیں دے گا بلکہ تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کرنا ہی کافی ہوگا (۱۴) یہ اس شریعت میں آسانی کا ایک نمونہ اور حج وعمرہ کے احکام میں اعتدال کی ایک واضح مثال ہے کہ شریعت نے مسلمانوں کے حقوق وراحت کا کس درجہ خیال کیا ہے۔

اس کی تاکید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام احمدؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا "یاعمر! انك رجل قوی لاتزاحم عل الحجر فتوذی الضعيف، ان وجدت خلوة فاستلمه والا فاستقبله فهلل وكبر" (۱۵) اے عمر! تم مضبوط آدمی ہو حجر اسود کو بوسہ دینے میں بھیڑ مت لگاؤ کہ کمزور کو تکلیف پہونچاؤ اگر خالی پاؤ تو بوسہ دے دو ورنہ اس کے سامنے آکر تہلیل وتکبیر کہو۔

امام ابن عبدالبر نے تمہید میں نقل کیا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص قدرت رکھے اس کے لئے طواف میں حجر اسود کا بوسہ دینا حج کی سنتوں میں سے ہے، اور جو شخص بوسہ کی طاقت نہ رکھے وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر اسے چوم لے، اگر بھیڑ کی وجہ سے ہاتھ بھی نہ رکھ سکے تب اس کے سامنے آکر تکبیر کہے اور اگر یہ بھی نہیں کیا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ طواف کعبہ میں یہ بھی آسانی ہے کہ اگر اس کا کچھ حصہ گراؤنڈ فلور پر اور کچھ حصہ بھیڑ کی وجہ سے پہلی، دوسری یا تیسری منزل یا چھت پر سے کیا جائے تو بھی طواف صحیح ہے (۱۶) طواف کی دو رکعت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہی ادا کیا جائے بلکہ اس میں بھی یہ سہولت ہے کہ ازدحام کی وجہ سے حرم شریف میں کہیں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ (۱۷)

طواف کے ہر چکر کے لئے مخصوص دعا بھی وارد نہیں ہے بلکہ تلاوت قرآن، استغفار واذکار، تسبیح وتہلیل اور جو بھی دعا کرنا چاہے کرے، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود

کے درمیان "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار" (۱۸) پڑھنا مستحب ہے۔(۱۹)

طواف کے بارے میں یہ بھی سہولت ہے کہ اگر کسی نے ایام حج میں تمام ارکان حج کو ادا کر دیا لیکن طواف افاضہ نہیں کر سکا اور اس کو حج کے بعد فوراً سفر درپیش ہے تو وہ طواف افاضہ اور طواف وداع کی نیت سے ایک ہی طواف بھی کر لے گا تو اس کے لئے کافی ہو جائے گا، البتہ اگر طواف وداع الگ سے کر لے تو افضل ہے۔(۲۰)

مناسک حج میں تقدیم وتاخیر: مناسک حج میں اعتدال کی تعلیم بھی کس قدر حکمت پر مبنی ہے کہ دسویں ذی الحجہ جو حجاج کرام کیلئے انتہائی مصروف ترین دن ہوتا ہے اس دن مناسک حج رمی جمرہ، قربانی، حلق یا قصر اور طواف افاضہ کو بالترتیب کرنا سنت ہے۔ لیکن ان مناسک میں اگر تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں بلکہ اعتدال کا پہلو یہ ہے کہ اس میں تشدد نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دم وغیرہ ہے جیسا کہ بعض لوگ بیچارے حجاج کرام کو پریشان کرتے ہیں اور دم دلواتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ منی میں کھڑے تھے لوگ سوال کرنے لگے، ایک نے پوچھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا جاؤ قربانی کرو کوئی حرج نہیں۔ دوسرے نے پوچھا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ کنکریاں مارو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اس دن جس نے بھی تقدیم وتاخیر کا کوئی سوال کیا تو اس کو آپ ﷺ نے یہی جواب دیا "افعل ولا حرج" جاؤ کرو کوئی حرج نہیں۔(۲۱)

تنعیم وغیرہ سے بکثرت عمرہ کی حیثیت: حج کے بعد بعض حجاج کرام تنعیم یا جعرانہ وغیرہ سے بکثرت عمرہ کرتے ہیں یہ غیر مشروع اور اعتدال کے منافی ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے حج کے بعد عمرہ نہیں کیا۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ نے تنعیم سے عمرہ کیا تھا اس وجہ سے کہ دخول مکہ کے وقت وہ دیگر صحابہ کرام کے ساتھ حیض کی وجہ سے عمرہ نہیں کر سکی تھیں، تو جو اس طرح کی حالت سے دوچار ہو اس کیلئے حج کے بعد تنعیم سے عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، حجاج کرام سے یہ مخفی نہیں ہے کہ عمرہ کی اس کثرت کی وجہ سے کتنی مشکلیں درپیش ہوتی ہیں۔ اور ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے کتنے حادثات ہو جاتے ہیں، اس لئے عمرہ کی ادائیگی میں نبی کریم ﷺ کی سنت اور اعتدال ووسطیت کا احترام ضروری ہے۔(۲۲)

زیارت قبر نبوی اور مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی حیثیت: حج وعمرہ کے متعلق یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت یا مسجد نبوی میں چالیس وقت کی نمازوں کا حج وعمرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے(۲۳) جیسا کہ بعض حجاج کرام سمجھتے ہیں اور فضائل حج وغیرہ میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سلسلے میں جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں مثلاً یہ حدیث کہ "من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی" جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ بد خلقی کی۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ (۲۴) اور یہ حدیث کہ "من صلی فی مسجدی أربعین صلاة لاتفوته صلاة کتب له براءة من النار وبراءة من العذاب وبری من النفاق" جس نے میری مسجد میں چالیس وقت کی نماز پڑھی اس کی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی اس کیلئے جہنم اور عذاب جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے اور وہ شخص نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث بھی منکر ہے قابل احتجاج نہیں ہے۔(۲۵)

مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز کے ثواب کے بارے میں اعتدال کا موقف اختیار کرنا چاہئے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ "لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، المسجد الحرام ومسجد الرسول ﷺ ومسجد الأقصیٰ"۔(۲۶) تین مسجدوں کے علاوہ کہیں ثواب کی غرض سے سفر نہ کیا جائے، مسجد حرام، مسجد نبوی ومسجد اقصیٰ۔

اس طرح صحیح حدیث میں یہ وارد ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں "صلاة فی مسجدی هذا أفضل من ألف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام" (۲۷) کہ میری اس مسجد میں نماز، مسجد حرام کے علاوہ بقیہ مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔ اس لئے مدینہ منورہ کے قیام کو غنیمت جانتے ہوئے کوشش ہونی چاہئے کہ زیادہ تر نمازیں مسجد نبوی میں ادا ہوں تاکہ ایک ہزار کا عظیم ثواب حاصل ہو اور اس موقع پر مستحب ہے کہ قبر رسول ﷺ کی زیارت بھی مشروع طریقے پر کی جائے۔

لہٰذا مسجد نبوی کی زیارت اور نماز کے سلسلے میں مبالغہ آرائی اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ مناسک حج وعمرہ میں اعتدال کے مختلف مظاہر ہیں جن میں سے چند بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ تمام مسلمانوں کو حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے اور اس میں اعتدال اور وسطیت کی توفیق بخشے اور تمام دینی امور میں افراط وتفریط اور غلو وانتہا پسندی سے محفوظ رکھے، آمین۔ **والله أعلم وصلی الله علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه وسلم**

(حواشی)

(۱) البقرۃ:۱۴۳ (۲) صحیح بخاری: ح۶۴۶۳ (۳) آل عمران:۹۷ (۴) صحیح مسلم: ح۳۲۵۷ (۵) فتاویٰ اللجنة الدائمة ۱۱/۷۶ (۶) صحیح بخاری: ح۱۸۳۸، التحقیق والایضاح لابن باز: ۱۵-۱۶ (۷) مسند احمد: ح۱۶۲۰۸ (۸) مسند احمد: ح۳۲۴۸ (۹) المغنی: ۵/۲۸۹ (۱۰) اقتضاء الصراط المستقیم ۱/۳۲۹ (۱۱) ابن ماجہ: ح۳۰۳۸ (۱۲) التغابن: ۱۶ (۱۳) دیکھئے فتاوی اللجنة الدائمة: ص۶۷:۲۸۳، التحقیق والایضاح لابن باز: ۴۷-۳۷ (۱۴) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱۱/۲۲۹ (۱۵) مسند احمد: ح۱۹۰ (۱۶) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱۱/۲۳۱ (۱۷) فتاویٰ ابن باز: ص۱۵۱ (۱۸) البقرۃ:۲۰۱ (۱۹) التحقیق والایضاح: ص۴۴ (۲۰) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱۱/۲۵۴، ۳۰۰ (۲۱) صحیح بخاری: ح۸۳، ۱۷۳۶ (۲۲) التحقیق والایضاح: ۲۵، ۲۶ (۲۳) دیکھئے التحقیق والایضاح: ۱۰۰-۱۰۴، فتاویٰ اللجنة الدائمة ۱۱/۳۶۲ (۲۴) الموضوعات لابن الجوزی ۲/۲۱۷، الاحادیث الموضوعة للصغانی: ص۶، السلسلة الضعیفة ۱/۱۱۹ (۲۵) السلسلة الضعیفة: ۱/۵۴۰ (۲۶) صحیح بخاری: ح۱۱۸۹، صحیح مسلم: ح۱۳۹۷ (۲۷) صحیح مسلم: ۱۳۹۴

☆☆

عبدالولی عبدالقوی اعظمی، سعودی عرب

زیارت مدینہ منورہ- فضائل، احکام وآداب

الحمد لله وحده والصلاة و السلام علي من لا نبي بعده و بعد:

مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کا دار الہجرت، آپ کا ماوی ومسکن اور منبع رشدو ہدایت ہے، اس مبارک شہر کو مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے سنگم اوران کے ماوی وملجا ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، یہ محبوبِ انس وجن شہر بے پناہ فضائل اور خوبیوں کا حامل، کئی الگ الگ ناموں سے موسوم ہے جو اس کی شرافت وعظمت کی واضح دلیل ہے، یہیں سے نور ہدایت کی شعاع روشن ہوئی جس نے پوری دنیا کو اسلام کی روشنی سے منور کردیا، ذیل میں اس مبارک شہر کے کچھ فضائل واوصاف اوراس کی زیارت کے بعض مسنون آداب پیش خدمت ہیں:

(ا) فضائل مدینہ منورہ:

(۱) مدینہ منورہ بھی مکہ مکرمہ کی طرح حرم ہے، جیسا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان ابراهيم حرم مكة و دعا لها و حرمت المدينة كما حرم ابراهيم مكةو دعوت لها في مدها و صاعها مثل ما دعا ابراهيم عليه السلام لمكة" ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا اوراس کے لئے دعا فرمائی، میں بھی مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا اوراس کے لئے اس کے مد اور صاع کی برکت کے لئے اسی طرح دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔(بخاری ۲۱۲۹مسلم ۱۳۶۰)

روئے زمین پر یہی دو شہر ہیں جنھیں اللہ رب العالمین نے حرم ہونے کا شرف بخشا ہے، ان کے علاوہ پوری دنیا میں تیسرا کوئی حرم نہیں ہے، حرم مدینہ کے حدود عیر پہاڑ سے لے کر ثور پہاڑ تک اور دونوں سیاہ پتھروں والے ٹیلوں کے درمیان والی جگہ ہے، جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن ابراهيم حرم مكة و انی حرمت المدينة ما بين لابتيهالا يقطع عضاهها و لا يصاد صيدها" "میں دونوں سیاہ پتھروں والے ٹیلوں کے درمیان والی جگہ کو حرام قرار دیتا ہوں، وہاں کے درختوں کو کاٹنا اور شکار کو قتل کرنا حرام ہے"۔(مسلم ۱۳۶۲)

عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرمت والا شہر قرار دیا ہے؟ فرمایا کہ ہاں، فلاں جگہ (عیر) سے فلاں جگہ (ثور) تک اس علاقہ کا درخت نہیں کاٹا جائے گا، جس نے اس شہر میں دین میں کوئی نئی بات پیدا کی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔(بخاری ۷۳۰۶ مسلم ۱۳۶۶)

(۲) مدینہ منورہ میں موت آپ ﷺ کی شفاعت کا باعث ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من استطاع أن يموت بالمدينة فليفعل فاني أشفع لمن مات بها"

"جو شخص مدینہ میں مر سکتا ہو اسے ضرور مدینہ میں مرنا چاہئے کیوں کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا"۔(ترمذی ۳۹۱۷)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يصبر على لاواء المدينة و شدتهاأحد من أمتي الا كنت له يوم القيامة شفيعا او شهيدا" "میری امت کا جو بھی فرد مدینہ منورہ کی مشقت و پریشانی اوراس کی سختیوں پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا"۔(مسلم ۱۳۷۸)

(۳) آخری وقت میں ایمان ساری دنیا سے سمٹ کر مدینہ میں پناہ لے گا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان الايمان ليارز الى المدينة كما تأرز الحية الى جحرها" "ایمان مدینہ میں سمٹ کر اسی طرح واپس آجائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ کر آتا ہے"۔(بخاری ۱۸۷۶، مسلم ۲۳۳)

(۴) مدینہ منورہ میں طاعون کی بیماری نہیں پھیل سکتی اور نہ ہی وہاں دجال داخل ہوسکتا ہے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ليس من بلد الا سيطؤه الدجال الا مكة والمدينة ليس من نقابها نقب الا عليه الملائكة صافين يحرسونها ثم ترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فيخرج الله كل كافر و منافق" کوئی شہر ایسا نہیں جسے دجال پامال نہیں کرے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے، ان کے ہر راستہ پر فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، جوان کی حفاظت کریں گے، پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس سے ایک ایک کافر اور منافق کو اللہ تعالیٰ اس سے باہر کردے گا۔(بخاری ۱۸۸۱، مسلم ۲۹۴۳)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "على أنقاب المدينة ملائكة لايدخلها الطاعون و لا الدجال" "مدینہ کے راستوں پر فرشتے مامور ہیں وہاں نہ طاعون پھیل سکتا ہے اور نہ ہی دجال داخل ہوسکتا ہے۔(بخاری ۱۸۸۰، مسلم ۱۳۷۹)

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"المدينة ياتيها الدجال فيجد الملائكة يحرسونها فلا يقربها الدجال و لا الطاعون ان شاء الله" دجال مدینہ تک آئے گا تو یہاں فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا، چنانچہ نہ تو دجال اس کے قریب آسکتا ہے اور نہ طاعون (ان شاء اللہ) (بخاری ۷۱۳۴)

(۵) اللہ تعالیٰ نے ہر اہل شر سے مدینہ منورہ کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:من أراد أهل هذه البلدة بسوء أذابه الله كما يذوب الملح في الماء "جو بھی اہل مدینہ کے ساتھ کسی شر کا ارادہ کرے، اللہ تعالی اسے یوں پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے"۔(مسلم ۱۳۸۶)

(۶) اللہ ﷻ نے مکہ سے دوگنی برکت مدینہ منورہ میں رکھی ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما بمكة من البركة" "اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکت رکھ دے"۔(بخاری ۱۸۸۵، مسلم ۱۳۶۹)

(۲) **زیارت مسجد نبوی**: مسجد نبوی کی زیارت بلا تحدید وقت و زمانہ ہمہ وقت مسنون ہے اور اس کی زیارت کا حج یا عمرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کوئی شخص مسجد نبوی کی زیارت کے بغیر اپنے شہر یا ملک واپس چلا جائے تو اس کی وجہ سے اس کے حج یا عمرہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

مدینہ منورہ کی زیارت کو آنے والا مسجد نبوی میں نماز و دعا کی نیت لے کر آئے، محض قبر نبوی اور دیگر قبروں کی زیارت کی نیت لے کر نہ آئے، کیوں کہ روئے زمین پر مسجد حرام، بیت المقدس اور مسجد نبوی کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کے لئے اجر و ثواب کی نیت سے عبادت سمجھ کر سفر کرنا جائز ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"لا تشد الرحال إلا الى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام و مسجدی هذا و المسجد الأقصى" تین مساجد کے سوا کسی اور جگہ کے لئے (اجر و ثواب کی نیت سے) رخت سفر باندھنا جائز نہیں ہے (۱) مسجد حرام (۲) میری یہ مسجد (۳) اور مسجد اقصی (بخاری ۱۱۸۹، مسلم ۱۳۹۷)

جب مذکورہ تین مساجد کے سوا کسی اور جگہ کا سفر بغرض اجر و ثواب جائز نہیں ہے تو زیارت قبر رسول کی نیت سے مدینہ کا سفر ہرگز جائز نہ ہوگا اور جب آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر جائز نہیں تو آستانوں، مزاروں اور درگاہوں کا سفر کیسے جائز ہوسکتا ہے، لہذا آپ مسجد نبوی میں نماز و دعا کی نیت سے سفر کریں اور وہاں پہنچ کر آپ ﷺ اور آپ کے دونوں خلفاء کی قبروں نیز جنت البقیع اور شہدائے احد کی زیارت کریں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس طرح یہ زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے تابع ہوجائے گی۔

کیوں کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"صلاة في مسجدی هذا خير من ألف صلاة فيما سواه الا المسجد الحرام" میری مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔(بخاری ۱۱۹۰، مسلم ۱۳۹۴)

مسجد نبوی پہنچ کر دیگر مساجد کی طرح پہلے اپنا دایاں پاؤں مسجد میں داخل کریں اور یہ دعا پڑھیں:"بِسْمِ اللّٰهِ وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلىٰ رَسُولِ اللّٰهِ أعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ و بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِکَ" (ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ کے رسول ﷺ پر درود و سلام ہو، میں مردود شیطان سے اللہ عظیم، اس کے کریم چہرے اور قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد میں داخل ہوتے ہی دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا، اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے، میں بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھنے سے کس چیز نے تمھیں روکا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھے دیکھا (اس لئے میں بھی بیٹھ گیا) آپ ﷺ نے فرمایا:"جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعت (تحیۃ المسجد) پڑھے بغیر نہ بیٹھے"۔(بخاری ۴۴۴، مسلم ۷۱۴)

مستحب یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں روضہ شریفہ میں ادا کریں، کیوں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:" ما بين بيتي و ممبری روضة من رياض الجنة" میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والا حصہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ (بخاری ۱۱۹۵ مسلم ۱۳۹۰)

دو رکعت تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر قبر نبوی اور آپ کے دونوں ساتھی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کے لئے چلیں، قبر نبوی کے پاس پہنچ کر قبر کی جانب رخ کر کے باادب سکون وقار اور مکمل خاموشی کے ساتھ کھڑے ہوجائیں اور آپ ﷺ پر اس طرح سلام بھیجیں:"أَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَ عَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلىٰ اِبْرَاهِيمَ وَ عَلىٰ آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَّ عَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلىٰ اِبْرَاهِيمَ وَ عَلىٰ آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّکَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ" اور اگر یہ الفاظ کہیں تو بھی کوئی حرج نہیں، کیوں کہ یہ سب آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ ہی ہیں: [أَشْهَدُ أَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَ أَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَ أَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَ نَصَحْتَ الْأُمَّةَ فَجَزَاکَ اللّٰهُ عَنْ أُمَّتِکَ أَفْضَلَ مَا جَزىٰ نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهٖ]

آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد تھوڑا سا دائیں بڑھیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجیں، ان کے لئے اللہ کی رضا و خوشنودی کی اور دیگر دعائیں کریں، پھر تھوڑا سا

دائیں بڑھیں اور امیر المؤمنین عمر بن خطاب ؓ پر سلام بھیجیں، ان کے لئے اللہ کی رضا وخوشنودی کی اور دیگر دعائیں کریں، نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر ؓ جب سفر سے واپس آتے (تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد) قبر پر حاضر ہوتے اور یہ کہتے: ’’أَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا أَبَتَاهُ‘‘ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلامتی ہو، اے ابوبکر آپ پر سلامتی ہو، اے ابا جان آپ پر سلامتی ہو، تینوں کو سلام کہتے اور چل دیتے۔ (تحقیق فضل الصلاۃ علی النبی للالبانی ۸۱)

زیارت کے وقت قبر نبوی کے پاس دیر تک نہ ٹھہرے رہیں اور خود کو بار بار زیارت میں مشغول نہ کریں، کیوں کہ یہ عمل کثرت اژدحام دیگر زائرین کو ایذا رسانی اور شور وہنگامہ کا سبب ہے جبکہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہمارے لئے زندگی میں اور موت کے بعد بھی قابل صد احترام ہے، لہذا آپ ﷺ کی قبر کے پاس نہ تو شور وہنگامہ کیا جائے اور نہ ہی آوازیں بلند کی جائیں کیوں کہ یہ آپ کے ادب واحترام کے منافی ہے۔

۞ عورتوں کے لئے قبر رسول ﷺ اور دیگر مقابر کی زیارت جائز نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنیوالی عورتوں کو لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح الترمذی ۱/ ۵۳۷) بلکہ عورت مسجد نبوی کی زیارت کرے، وہاں نماز اور ذکر و دعا میں مشغول رہے اور جہاں ہو وہیں سے نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ’’اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ (یعنی گھروں میں سنن ونوافل ادا کیا کرو) اور میری قبر کو میلہ نہ بناؤ، مجھ پر تم جہاں سے بھی درود بھیجوگے پہنچ جائے گا۔‘‘ (صحیح ابوداؤد ۱/ ۳۸۳) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ کی زمین میں گشت کرنے والے کچھ فرشتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔‘‘ (صحیح نسائی للالبانی ۱/ ۲۷۴)

(۳) مسجد قبا کی زیارت: زائر مدینہ منورہ کے لئے مسجد قبا کی زیات مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ کبھی سوار کبھی پیدل مسجد قبا آتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے (بخاری ۱۱۹۴، مسلم ۱۳۹۹)

سہل بن حنیف ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’**من تطهر في بيته ثم أتى مسجد قباء فصلى فيه صلاة كان له كأجر عمرة**‘‘ جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے اور مسجد قبا آ کر نماز ادا کرے تو اسے عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (صحیح ابن ماجہ ۱/ ۲۳۷، صحیح النسائی ۱/ ۱۵۰)

(۴) قبور بقیع اور قبور شہدائے احد کی زیارت: مردوں کے لئے قبور بقیع اور قبور شہدائے احد کی زیارت مسنون ہے، کیونکہ نبی ﷺ ان کی قبروں کی زیارت کیا کرتے تھے اور ان کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’قبروں کی زیارت کیا کرو وہ تمھیں موت یاد دلاتی ہے۔‘‘ (مسلم ۹۷۶) اور زیارت کے وقت یہ الفاظ کہیں: ’’أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ‘‘ اے شہر خموشاں کے مکیں مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، اللہ پہلے جانے والوں اور پیچھے جانے والوں پر رحم فرمائے، ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔ (مسلم ۹۷۴، ابن ماجہ ۱۵۴۷)

۞ واضح رہے کہ زیارت قبور کا مقصد یہ ہے کہ انھیں دیکھ کر ذکر موت اور فکر آخرت حاصل ہو اور ان مقابر میں مدفون مردوں کے لئے مغفرت وعافیت اور رحمت و جنت کی دعائیں کی جائیں، لیکن اگر اس مقصد سے ہٹ کر قبر والوں کو اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا جائے، بیماروں کے لئے اہل قبور سے شفا طلب کی جائی یا ان کے وسیلہ سے اللہ سے سوال کیا جائے تو یہ ناجائز اور خلاف شرع زیارت ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’**ونهيتكم عن زيارة القبور فمن أراد أن يزور فليزر ولا تقولوا هجرا**‘‘ میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب جو زیارت کرنا چاہے کرے مگر وہاں حرام و ناجائز باتیں نہ بولے۔ (صحیح النسائی للالبانی ۳۰۳۳)

۞ مدینہ منورہ میں جن مقامات کی زیارت جائز ہے وہ صرف پانچ مقامات ہیں: (۱) مسجد نبوی (۲) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبریں (۳) قبور بقیع (۴) قبور شہدائے احد (۵) مسجد قباء، رہا مسئلہ مساجد سبعہ، مسجد قبلتین، مسجد الاجابہ، مسجد الغمامہ اور ان کے علاوہ دیگر مقامات کی زیارت کا، تو ان کی زیارت بے بنیاد ہے، سنت رسول ﷺ اور صحابہ ؓ کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (فتاوی ابن باز ۱۷/ ۴۱۵، فتاوی ابن عثیمین ۲۳/ ۴۱۱)

بعض زائرین بجائے اس کے کہ مسجد نبوی میں ہزار نماز کے ثواب کو غنیمت سمجھیں اور اپنے بیش قیمت اوقات کو مسجد نبوی میں نمازوں میں لگائیں، مدینہ میں صرف رسول اللہ ﷺ کے آثار ونشانات کی تلاش وجستجو میں چکر کاٹتے اور اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہیں، واضح رہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور مسجد قبا کے علاوہ کوئی ایسی مسجد نہیں کہ بالقصد اس کی زیارت کے لئے جانا مشروع ہو، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ بالقصد صرف مسجد نبوی اور مسجد قبا جاتے تھے، اسی لئے عمر بن خطاب ؓ نے شرک کے سد باب کے لئے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی گئی تھی (کہ کہیں لوگ اسے عبادت گاہ نہ بنالیں)۔ (البدع والنہی عنہا لابن وضاح ص ۸۸)

(۵) زائرین مدینہ منورہ سے واقع ہونے والی بعض غلطیوں کی نشاندہی:

۞ بعض زائرین رسول اللہ ﷺ کی قبر پر نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے، سر جھکاتے، قبر کی طرف رخ کرکے دعائیں کرتے ہیں، حجرہ مبارکہ کی در و دیوار یا جالیوں کو از راہ تبرک چھوتے یا چومتے پھر اپنے ہاتھ جسم پر مل لیتے یا حجرہ

شریفہ کا طواف کرتے یا ان میں درخواستیں پھینکتے ہیں، یہ سب اعمال خلاف شرع، بدعت ہیں، کیوں کہ سلف صالحین سے یہ اعمال ثابت نہیں ہیں، ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو جنھوں اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ (مسند احمد ۷/۱۷۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''علماء کا اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حجرے کو چھونا یا اسے بوسہ دینا، اس کا طواف کرنا یا اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا یا دعا کرنا جائز نہیں ہے، ائمہ کے نزدیک یہ امور متفقہ طور پر ممنوع ہیں''۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۲۶/۱۴۶)

۞ بعض جاہل عوام قبر نبوی کی زیارت کے وقت آپ ﷺ کے وسیلہ سے اولاد مانگتے، بیمار کی شفایابی کا سوال کرتے ہیں وغیرہ مثلا کہتے ہیں: اے اللہ! اپنے نبی کے صدقہ میں مجھے اولاد عطا کردے، اپنے نبی کے طفیل میں میرے بیمار کو شفا دے دے وغیرہ، واضح رہے کہ وسیلہ کی یہ شکل ناجائز، بدعت ہے، کیوں کہ فوت شدگان کا وسیلہ خواہ وہ نبی ہوں یا ولی شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں ہے، اس کی عمدہ دلیل عمر بن خطاب ؓ کے عہد کا واقعہ ہے کہ جب ان کے زمانہ میں قحط پڑا، تو انھوں نے بارش کے لئے عباس بن عبدالمطلب کا وسیلہ لیا، انھوں نے کہا: اے اللہ! جب ہمیں قحط سے واسطہ پڑتا تھا، تو ہم تیرے نبی کا وسیلہ لیتے، ان سے دعا کرواتے اور بارش ہوتی، اب ہمارے نبی محمد ﷺ کے چچا عباس کا وسیلہ لیتے اور ان سے دعا کرواتے ہیں، اے اللہ تو بارش نازل فرما، چنانچہ بارش ہوتی۔ (بخاری ۱۰۱۰)

قارئین کرام! اس واقعہ سے صحابہ کرام ؓ کا طرز عمل واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ نہیں لیا نہ آپ سے استغاثہ کیا نہ آپ کو مدد کے لئے پکارا نہ آپ کے طفیل یا صدقہ میں اللہ سے بارش کی دعا مانگی، بلکہ عباس کی دعا کا وسیلہ لیا جو زندہ موجود تھے، اگر مردوں کا وسیلہ جائز ہوتا تو عمر ؓ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر کہتے، یا رسول اللہ! ہم آپ کا وسیلہ لیتے ہیں اللہ سے دعا کردیں کہ اللہ بارش نازل فرمادے، مگر عمر نے ایسا نہ کیا، معلوم ہوا فوت شدہ انسان کا وسیلہ لینا غیر اسلامی فعل ہے، اس واقعہ میں تمام صحابہ ؓ موجود تھے گویا کہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اجماع سکوتی تھا کسی صحابی نے عمر ؓ پر یہ اعتراض نہ کیا کہ امیر المؤمنین آپ روضہ رسول کو چھوڑ کر عباس کا وسیلہ کیوں طلب کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ عباس ؓ سے بارش کے لئے دعا کرانے کی مذکورہ حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ؓ فوت شدگان اور غائب لوگوں کو کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں سمجھتے تھے، ورنہ عباس ؓ رسول اللہ ﷺ سے بہتر نہ تھے (اگر مردہ ہستیوں سے دعا کرانا جائز ہوتا) تو انھوں نے کیوں نہ کہا کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے نبی کا وسیلہ لیتے تھے اب ہم تیرے نبی کی روح کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔'' (البلاغ المبین ۱۶ طبع لاہور)

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس سے دعا کا طالب ہونا اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، بشرطیکہ جس سے دعا کی درخواست کی جارہی ہے وہ زندہ ہو، لیکن اگر وہ مردہ یا غائب ہو تو ایسی فریاد کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو شک نہیں اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کیا۔'' (روح المعانی للآلوسی ۶/۱۲۵)

۞ بعض زائرین اس سے بھی سنگین امر کا ارتکاب کرتے ہیں وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی حاجت روائی، مشکل کشائی، قرضوں کی ادائیگی، بیماروں کی شفایابی وغیرہ کا سوال کرتے ہیں، حالانکہ ان امور کا سوال صرف اور صرف اللہ تعالی ہی سے کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت کو اپنی زبان مبارک سے بتلائیں کہ اس طرح کے امور ان کے اختیار میں نہیں ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَداً (20) قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرّاً وَلَا رَشَداً﴾ (الجن: ۲۰-۲۱) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، کہہ دیجئے میں تمہارے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔

بلکہ رسول اللہ ﷺ اپنے لئے ان امور کا اختیار نہیں رکھتے تھے تو چہ جائے کہ غیر کے لئے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلَا ضَرّاً إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ...﴾ (الاعراف: ۱۸۸) آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا ہو....

فوت شدگان خواہ نبی ہوں یا ولی ان سے ان باتوں کا سوال کرنا کھلم کھلا شرک، دین اسلام سے خارج کردینے والی چیز ہے، اگر اس کا مرتکب بغیر توبہ کے مرگیا تو اس پر جنت حرام ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ...﴾ (المائدة: ۷۲) یقین مانو کہ جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے....

۞ بعض زائرین ہر نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھنے کے لئے قبر نبوی پر پہنچ جاتے ہیں، ایسا کرنا بدعت ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام ؓ ایسا نہیں کرتے تھے، اسی طرح عبداللہ بن عمر ؓ جب سفر سے لوٹتے تو قبر نبوی پر سلام پڑھنے کے لئے جاتے، لہذا زائر مدینہ کو چاہیے کہ جب مدینہ پہنچے تو ایک بار قبر نبوی پر حاضر ہو کر سلام پڑھ لے اور پھر لوٹتے وقت ایک بار ایسا کرلے، یہی اس کے لئے کافی ہے۔ (فتاوی ابن عثیمین ۲۳/۴۱۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قمطراز ہیں: ''امام مالک رحمہ اللہ نے اہل مدینہ کے لئے ناپسند فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی مسجد نبوی میں آئے تو قبر رسول پر بھی آئے، اس لئے کہ سلف صالحین ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ مسجد نبوی میں نمازوں کے لئے

(بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

تبدیلیوں کے دور میں اقدار وروایات کی حفاظت اوراس کی اہمیت

عربی سے ترجمہ: عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

ایسے اعلیٰ معاشروں کی تشکیل جو انسانی تہذیب وثقافت کے لئے نمونہ بن سکیں، امتوں کی مضبوط ومستحکم اخلاقی تعمیر کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے اسلام کے حوالے سے اخلاق واقدار کے سلسلے میں گفتگو اصل الاصول، بعثت نبوی کا اصل مقصد اور دعوت کی خصوصیات کی حیثیت رکھتی ہے جس کا اپنوں سے پہلے غیروں نے اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی تو اپنے بھائی سے کہا: اس وادی (وادی مکہ) کی طرف جاؤ اوراس شخص کی خبر لے کر آؤ جو سمجھتا ہے کہ وہ نبی ہے اوراس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے۔ اس کی باتیں سن کر آؤ اور مجھے بتاؤ۔ چنانچہ ان کے بھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کی باتیں سنیں۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے اور کہا: ''میں نے انہیں دیکھا، وہ اچھے اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔''

قوموں کی بقا کا راز: معاشروں وسوسائٹیوں کی بقا اوران کی تعمیر وترقی کا راز اقدار وروایات کے تحفظ میں مضمر ہے۔ جس معاشرے کی اقدار وروایات نہیں ہونگی انہیں مطلقا انسانی معاشروں میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ موجودہ دور میں مواصلات وذرائع ابلاغ کا انقلاب اور تہذیبوں کی باہمی چپقلش نے اقدار وروایات کو قابل تغیر وتبدل بنادیا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں جو ان پر اثر انداز ہورہی ہیں اور کمزور بھی کررہی ہیں۔ ان حالات نے مسلمانوں کو مجبور کردیا ہے کہ وہ ایسی حکمت عملی تیار کریں اور ایسی اسٹریٹیجی بنائیں جس سے ان کی اقدار وروایات اور امت کے تہذیبی تشخص کا تحفظ ہوسکے۔

عدل وانصاف کی قدرو قیمت: جن اقدار وروایات کی حفاظت اوران کی اہمیت کو سمجھنا سب سے زیادہ ضروری ہے وہ عدل وانصاف ہے جس کی بدولت زمین وآسمان قائم ہیں اوراسی کے لئے اللہ تعالیٰ بروز قیامت ترازو قائم کرے گا۔ اس کی حفاظت یوں بھی ضروری ہے کہ یہ فتنوں، کینہ وکپٹ اور لڑائی جھگڑوں کا دور ہے جن سے اس کے ضیاع وبربادی کا گمان ہونے لگتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اس کی قدرو قیمت پر بہت زور دیا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ اس کی اہمیت مطلق ہے، کسی بھی حالت میں اس کا استثناء ممکن نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (المائدۃ:۲) ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی بے حرمتی نہ کرو نہ ادب والے مہینوں کی نہ حرم میں قربان ہونے والے اور پٹے پہنائے گئے جانوروں کی جو کعبہ کو جارہے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے قصد سے اپنے رب تعالیٰ کے فضل اوراس کی رضا جوئی کی نیت سے جارہے ہوں، ہاں جب تم احرام اتارڈالو تو شکار کھیل سکتے ہو، جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزرجاؤ، نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ معمولی سے معمولی شکل میں بھی کفر اور حرام کاموں کا ارتکاب، انصاف کی قدر کو ضائع کرنے کے لئے جائز نہیں ہے۔ نیز اصحاب حقوق کے حقوق میں حد سے تجاوز بھی درست نہیں ہے۔ اس کے برعکس جو اعمال ہیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ اس آیت میں ڈرارہا ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدۃ:۸) ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہوجاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔''

انصاف ایسی قدر ہے جو اپنے اندر بہت سی دیگر ایسی اقدار کو بھی سموئے ہوئے ہے جو اس کے بغیر وجود پذیر نہیں ہوسکتیں جیسے سچائی، امانتداری، وعدہ وفائی۔ ان قدروں کا مستحسن طرز عمل کی جانب رہنمائی میں شرعا تو اہم کردار ہوتا ہی ہے، یہ عرف عام میں بھی عین مطلوب ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنة وان الرجل لیصدق حتی یکون صدیقاوان الکذب یھدی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا. (سچائی نیکی کی جانب رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی جانب۔اورآدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ سچا ہوجاتا ہے۔اسی طرح جھوٹ نافرمانی کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف۔ اورآدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اس کا نام جھوٹوں میں درج ہوجاتا ہے۔) بخاری ہی میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلة منھن کانت فیہ خصلة من النفاق حتی یدعھا:اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر. (چارعادتیں جس کے اندر بھی ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس کے اندرایک خصلت نفاق کی ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہدو پیمان کرے تو بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔)

شرعی کنٹرول کی قدروقیمت: انہیں اقدار میں ایک قدر، شرعی کنٹرول بھی ہے جس کا دوسرانام ضمیر کا اختیار ہے۔لوگوں کی زندگی سے قانون کی بالادستی کا فقدان اورغلط قسم کی کارروائیوں کے خلاف کمزور موقف ،خراب رویے اور باطل عقائد سے نہیں بچا سکتا۔ہاں اگر دینی اقدارجن میں سب سے اولیٰ وافضل اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت ہے اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ ایک مسلمان اکثر نہیں بلکہ ساری برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان سے متعلق بہت سے مثبت اورمنفی واقعات کوقرآن کریم کھول کھول کر بیان کرتا ہے اورانسان کواسی ''قدر''یعنی خشیت الٰہی کی جانب لوٹاتا ہے۔

مثبت واقعات کی مثال جو اس قدر و قیمت کی وضاحت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡھَا اسۡمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡھَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡھِیۡھِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ (النور:۳۶-۳۷) ترجمہ:''ان گھروں میں جن کے ادب واحترام کا اوراللہ تعالیٰ کا نام وہاں لیے جانے کا حکم ہے، وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ایسے لوگ جنہیں تجارت اورخریدوفروخت اللہ کے ذکر سے اورنماز کے قائم کرنے اورزکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی۔'' اس عمل نے انسان کے اندر قیامت کے دن کا ڈروخوف پیدا کردیا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا: وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوۡرًااِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا (الدھر:۱۰) ترجمہ:اوراللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین ،یتیم اورقیدیوں کو۔ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکرگزاری۔ بیشک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو اداسی اورسختی والا ہوگا۔''

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ ذکرالٰہی، اللہ کی پاکی وبڑائی ،اللہ کے ذکر، نماز کی پابندی ،زکوۃ کی ادائیگی سے عدم غفلت، اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اورقیدی کوکھانا کھلانا جیسے نیک کام اس لئے ہو پائے کہ انسان کے اندر اللہ کا ڈروخوف پیدا ہوگیا تھا۔تو خشیت الٰہی کا عمل دینی اقدار میں بڑاہی اہمیت کا حامل ہے۔اس سے نفس پر پوری طرح قابو پایا جاسکتا ہے اوراسے صحیح سمت لیجانے میں مدد ومعاون ہوتا ہے۔

عقائد کے باب میں منفی واقعات جو اس''قدر''یعنی خشیت الٰہی کے نہ پائے جانے کی وجہ سے رونما ہوئے ،ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے متعلق مشرکوں کے عقائد کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی (النجم:۲۷) ترجمہ:''بیشک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زنانہ نام مقرر کرتے ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَ الۡاَذٰی کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَیۡہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلۡدًا لَا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّمَّا کَسَبُوۡا وَ اللّٰہُ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ (البقرۃ:۲۶۴) ترجمہ:''اے ایمان والو!اپنی خیرات کواحسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو! جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اورنہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اوروہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے۔ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اوراللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو(سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔''

ضمیر کے کنٹرول کو بحیثیت اخلاقی قدر، روبہ عمل لایا جائے تو بہت سی اقدار اس کی خادم ومعاون بن جاتی ہیں۔اس کے علاوہ ایک مسلمان کا یہ عقیدہ رکھنا بھی بڑا اہم ہے کہ ایک دوسرے کی جان ، مال اورعزت وآبرو کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھا جائے

اوراس کے حقوق کی پامالی سے اجتناب کیا جائے۔ان اقدار کو اختیار کر کے ایک آدمی نمونہ ومثالی بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، اسی طرح مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالی کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے) ان اسلامی اقدار وروایات کی اس طرح پاسداری اور عملی تنفیذ سے پورا معاشرہ اور سوسائٹی راحت وعافیت میں رہے گی۔انسان بآسانی اپنے آپ کو اور اپنے معاشرے کو کھڑا کر سکے گا۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کی مثالی تصویر بنا کر پیش کر دی ہے، جس میں اقدار کی بالادستی ہو اور باہم سب افراد متعاون ومتحد ہوں چنانچہ ارشاد نبوی ہے: مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (ایک دوسرے سے محبت، رحم اور نرمی ومہربانی کا معاملہ کرنے میں مؤمنوں کی مثال جسم کی سی ہے کہ اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم بیدار رہتا اور بخار زدہ ہو جاتا ہے۔) زندہ اور شریف معاشرہ کی یہ کیفیت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اعلیٰ اقدار وروایات کا حامل نہ ہو اور وہ ان کی پوری طرح پاسداری وحفاظت نہ کرے۔

بے پناہ فائدے: اقدار وروایات کے بڑے فائدے ہیں، وہ ہی ایک مسلم متوازن شخصیت کا دائرہ اور اس کی ذات کو یکتا بناتی نیز اس کے ارادوں کو تقویت بخشتی ہیں۔اس کے برعکس جس کو اقدار مہذب ومزین نہ کر سکیں اس کے اخلاق وکردار مذبذب رہتے ہیں نفس پراگندہ ہوتا ہے۔وہ کشمکش اور تنازعات کا شکار رہتا ہے جبکہ اقدار، امن وسلامتی کی حفاظت کرتی ہیں اور معاشرہ وسوسائٹی کو خانہ جنگی اور اخلاقی کشمکش نیز اخلاقی تقسیم جس نے بہت سے معاشروں کو اندرونی خلفشار سے دوچار کر دیا ہے، ان سب سے بچاتی ہیں۔بلکہ سچ پوچھو تو یہ تعمیر وتخریب کی کشمکش کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ہم جب واضح اقدار وروایات کا صحیح ودرست محاکمہ کرتے اور اس کی شان وشوکت بلند وبالا کرتے ہیں تو اس صورت میں بلاشک وشبہ ایسے بہت سے مسائل ومشکلات کے حل نکل آتے ہیں جنہیں ہم بہت ہی مشکل اور محال سمجھ رہے تھے۔درحقیقت وہ اقدار کا مسئلہ تھا جس کی طرف رجوع کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا حل نہیں تھا۔

☆☆☆

مسلمہ حکومت تلنگانہ

ا۔**جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ (2) L.K.G. تا X مع متوسطہ وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ، تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات: 9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(2) **جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسٹڈیز** فون نمبرات: 8074001169/9177550406

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ

(3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔فون نمبر: 9133428476/9502089170

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد، لڑکوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر: 9505872810/9133428476

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(5) **مرکز الأيتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔انگلش میڈیم۔جن لڑکے ولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہو گیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

شعبہ جات (1) حفظ وناظرہ (2) .L.K.G تا x **مع دینیات** فون نمبرات: 9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

کیا پانی کا بحران عارضی ہے؟

اسعد اعظمی/ جامعہ سلفیہ بنارس

پانی کا زندگی سے یا زندگی کا پانی سے کتنا گہرا تعلق ہے شاید اب اس کی بہت زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔ پانی کے تعلق سے جنم لینے والا بحران شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ مگر اس کی طرف عوام وخواص کو جس سنجیدگی اور فکرمندی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ نظر نہیں آتی۔ کچھ لوگ لکھ رہے ہیں، کچھ بول رہے ہیں، کچھ بیداری مہم چلا رہے ہیں، لیکن کل آبادی کے مقابلے میں ان کا تناسب کچھ بھی نہیں اور ان کی کوششوں کے نتائج حوصلہ افزا بالکل نہیں۔ پھر بھی جدوجہد جاری رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیوں کہ اس تعلق سے آگے جو حالات پیش آسکتے ہیں ان کا محض تصور ہی رونگٹے کھڑا کر دینے والا ہے۔ اس سلسلے کے کچھ سوالات ہیں جن کے جواب طے کرنے سے عملی اقدام کی راہ آسان ہوگی۔

زیر نظر تحریر میں صرف ایک سوال پر غور کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے، وہ یہ کہ کیا پانی کا یہ بحران عارضی ہے؟ کیا ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اپریل، مئی، جون کی سخت گرمی اس بحران کا سبب ہے؟ اور یہ کہ جولائی آتے ہی یا بارش شروع ہوتے ہی سب کچھ صحیح ہو جائے گا؟ اور حسب سابق بے حساب وکتاب پانی بہانے کے لیے میسر ہوگا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ بارش ہونے سے راحت ضرور ہوگی، مسئلے کی سنگینی میں کمی آئے گی، زیر زمین پانی کی سطح کچھ اوپر اٹھے گی، بعض مشینیں جو فیل ہو چکی تھیں کچھ عرصے کے بعد پھر زمین کے پیٹ سے پانی نکالنا شروع کر دیں گی۔ سب کچھ صحیح لیکن پانی کا بحران طویل المیعاد منصوبوں کا متقاضی ہے، اس موضوع پر مسلسل کام کرنے کی ضرورت ہے۔ زیر زمین پانی تشویش ناک حد تک کم ہو چکا ہے۔ ڈیڑھ دو ماہ کی بارش بارہ ماہ کا پانی فراہم کر دے ایسا بھی بظاہر نہیں آتا۔ لہٰذا ہر شہر اور ہر علاقے میں سرکاری، نیم سرکاری اور عوامی کمیٹیوں کی تشکیل کر کے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

سب سے اہم کام جس کا کوئی متبادل نہیں وہ بچے کھچے پانی کو بربادی سے بچانے کا ہے۔ ہمارے گھروں میں، مسجدوں مندروں اور دیگر عبادت گاہوں میں، اسکولوں اور مدرسوں میں الغرض جہاں بھی پانی استعمال ہوتا ہے یا برباد ہوتا ہے اس پر قدغن لگانے کی فوری ضرورت ہے۔ پہلے جب زمین سے پانی نکالنے والی مشینوں کا چلن نہیں تھا، ہینڈ پائپ اور کنوؤں سے پانی بھر کر استعمال کیا جاتا تھا تو پانی بہت ہی کم خرچ ہوتا تھا۔ مئی جون سمیت سال بھر کبھی ہینڈ پائپ کے پانی نہ دینے یا کنوؤں کے خشک ہو جانے کی شکایت نہیں ملتی تھی۔ اب مشینوں سے بغیر کسی محنت کے پانی نکال کر چھوٹی بڑی ٹنکیوں میں اسٹور کر لیا جاتا ہے پھر ٹونٹیوں سے براہ راست نہانا دھلنا اور ہر کام کرنا ہوتا ہے، جس میں عوام کی اکثریت بلا حد وحساب پانی بہاتی ہے۔ واضح رہے کہ زیر زمین پانی بھی ایک محدود مقدار ہی میں رکھا گیا ہے، اس کا لامحدود خرچ اسے قبل از وقت اختتام کو پہنچا دے گا۔ غور کیجئے: ہینڈ پائپ فیل ہوئے، چھوٹی مشینیں فیل ہوئیں، پھر بڑی مشینیں، پھر اس سے بڑی۔ کنوئیں خشک ہوئے، چھوٹے بڑے تالاب اپنا وجود کھو بیٹھے حتی کہ شہروں اور دیہاتوں کو سیراب کرنے والی چھوٹی بڑی ندیاں یا تو نالوں کا روپ دھار چکی ہیں یا دلدل اور کیچڑ میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ کیا یہ سب محض اتفاق ہے؟ نہیں، زیر زمین سطح آب کی مسلسل کمی جس کو شاید ہم اپنی سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے ہیں اسی کمی کا مشاہدہ کرانے کے لیے ایک وارننگ کی شکل میں اسے ہمارے روبرو کر دیا گیا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ہم اگلی نسلوں کا پانی پی رہے ہیں (یا برباد کر رہے ہیں) یعنی ہمارے حصے کا جتنا پانی رکھا گیا تھا وہ کب کا ہم استعمال کر چکے۔ اب ہم اپنے بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتوں کے حصوں کا پانی استعمال کر رہے ہیں۔ غور کریں، انسان اپنے بال بچوں کے مستقبل کو لے کر کتنا فکرمند رہتا ہے، ان کے لیے رہائش، روزگار اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی کو یقینی بنانا اس کی ترجیحات میں شامل ہوتا ہے۔ مگر کیا اس کے ذہن میں یہ بات بھی آتی ہے کہ ہماری آنے والی نسل پانی کہاں سے پیے گی؟ اس کے لیے روپیہ پیسہ اور زمین جائیداد کی طرح پانی بچانے اور اسٹور کر کے رکھنے کا بھی کوئی پلان ہے یا نہیں؟ اسے یہ فکر تو ضرور ستاتی رہتی ہے کہ کہیں ہمارے بعد ہماری اولاد بھک مری اور فاقہ کا شکار نہ ہو اور دو وقت کی روٹی کو نہ ترس جائے، لیکن دو گھونٹ پانی کے بغیر یہی اولاد زندگی کی بازی نہ ہار جائے کیا کبھی اس کی بھی اس نے فکر کی؟

کہا جاتا ہے کہ پانی کا مسئلہ اتنا سنگین ہو چکا ہے کہ اگر تیسری عالمی جنگ کی نوبت آئی تو وہ پانی کے مسئلے کو لے کر ہوگی۔ یعنی دنیا کے سامنے اس سے اہم کوئی مسئلہ نہیں ہے جو ضرب وحرب اور جنگ تک پہنچا دے۔ اس خطرناک وقت کے آنے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ جنگی پیمانے پر پانی کے تحفظ کے لیے اقدامات شروع کر دیں۔ اس کے لیے فوری طور پر درج ذیل طریقوں سے کام کیا جا سکتا ہے۔

نرسری سے لے کراعلیٰ درجات تک کی تمام درسگاہوں میں پانی کے تعلق سے بیداری مہم شروع کریں۔ان درسگاہوں میں تعلیم پانے والے نونہالوں کومختلف وسائل واسالیب سے پانی کی اہمیت اوراس کی بچت کے طریقوں سے واقف کرائیں ،اس سلسلے میں ان سے رائے مانگیں، پانی بچانے کے لیے انھیں عملی اقدام کا مکلّف کریں اوراس کی رپورٹ مانگیں،اس موضوع پرتحریری وتقریری مقابلے منعقدکریں، لکچرس دلوائیں، کسی دن طلبہ کوکسی علاقے میں سروے کے لیے بھیجیں کہ اس علاقے میں پانی کن کن طریقوں سے ضائع ہورہاہے اوراسے روکنے کی کیا ممکنہ شکلیں ہوسکتی ہیں۔وغیرہ وغیرہ

میڈیا کا کرداراس معاملے میں بے حداہم ہے۔ہمارا میڈیا جودن رات بہت ساری مفید اور غیر مفید چیزیں نشرکرتا ہے اور بسااوقات مخصوص افکارونظریات کی ترویج واشاعت کے لیے مختلف طریقوں سے لوگوں پر اثرانداز ہونے کی کوشش کرتاہے،اگراس موضوع کوپوری سنجیدگی کے ساتھ اپنی توجہ کا مرکز بنالے اورمنصوبہ بند طریقے سے اس پر مسلسل کام کرے تویقیناً اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔اس سلسلے میں پرنٹ میڈیا، الکٹرانک میڈیا،سوشل میڈیا، ہرایک کا کردار اپنی جگہ اہم ہے۔سوشل میڈیا جس کی باگ ڈورعوام کے ہاتھوں میں ہوتی ہےاورعوام کا ایک بڑاطبقہ اس سے جڑاہوتاہےاس کارول بہت مؤثر ہوسکتاہے۔ہمارے صحافی اورمیڈیا کارکن اس اہم موضوع پر رضا کارانہ خدمات پیش کریں اوراپنے قلم، تحریر،رپورٹ،فیچر وغیرہ وغیرہ متنوع ذریعوں سے عوام وخواص کو پانی کے تحفظ کی ضرورت اوراس کی تدابیر سے واقف کرائیں توباذنہ تعالیٰ بہت کچھ تبدیلی آسکتی ہے۔

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

- ☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیارشدہ
- ☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
- ☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
- ☆ نہایت دیدہ زیب اورآرٹ پیپر پرطباعت
- ☆ ہرمسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

(بقیہ صفحہ۲۳ کا)

آتے اورابوبکر،عمر،عثمان اورعلی ؓ کے پیچھے نماز پڑھتے پھر یا تو مسجد میں بیٹھے رہتے یا چلے جاتے لیکن قبرنبوی پرسلام پڑھنے کے لئے نہ آتے ،اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ نماز میں پڑھا گیادرودیہ کامل وافضل ہے، جب کہ آپ ﷺ کے صحابہ بہترین صدی کے لوگ تھے، امت میں آپ ﷺ کی سنت کے سب سے زیادہ جانکاراورسب سے زیادہ اس کی پیروی کرنے والے تھےاورآپ کی محبت وتعظیم میں انتہائی سخت تھے،لیکن اس کے باوجود جب کوئی مسجد نبوی میں جاتاتو قبرنبوی پرنہیں جاتاتھا''۔(فتاوی ابن تیمیہ۱۷/ ۲۹۷)

چنانچہ قبرنبوی پر بار بار حاضری دینا یا ہرنماز کے بعد زیارت کے لئے پہنچ جانا صحابہ کرام ؓ کے طریقہ کے خلاف ہے، صحابہ کرام ؓ مسجد نبوی میں پانچ وقت کی نمازیں ادافرماتے تھےلیکن قبرنبوی پرسلام پڑھنے کے لئےنہیں جاتے تھے،اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قبر پر بھیڑ اکٹھا ہونے اوراسے عرس ومیلہ کی جگہ بنانے کوناپسند فرمایاہے، نیز آپ ﷺ پر جہاں سے بھی درود بھیجاجائے فرشتے آپ کو پہنچادیتے ہیں،جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:''لا تجعلوا بیوتکم قبورا و لا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم'' ''اپنے گھروں کوقبرستان نہ بناؤ(یعنی گھروں میں سنن ونوافل ادا کیا کرو)اورمیری قبرکومیلہ نہ بناؤ، مجھ پرتم جہاں سے بھی درودبھیجوگے پہنچ جائے گا۔''(صحیح ابوداؤد ا/۳۸۳)

امام محمد مناوی رحمہ اللہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان:''ولا تجعلوا قبری عیدا'' اورمیری قبرکوعیدنہ بناؤ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:''اس جملہ میں لوگوں کی مشقت یاتعظیم میں حدسے گذرجانے کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایاہے کہ آپ ﷺ کی قبر پراس طرح اکٹھاہویاجائے جس طرح لوگ عید کے لئے اکٹھاہوتے ہیں،اوراسی سے یہ پتہ چلتاہے کہ عوام الناس کا سال کے مخصوص ایام میں اولیاء کے آستانوں براکٹھا ہونا شرعا ممنوع ہے جس سے علماء کوروکنا اورمنع کرنا چاہئے''۔(فیض القدیر۴/ ۱۹۹)

۞ رہا مسئلہ اس روایت کا جولوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ'': جوشخص مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرے، اس کے لئے جہنم اورنفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے'' یہ روایت اہل علم کے نزدیک غایت ضعیف،غیرقابل عمل ہے۔چنانچہ اس ضعیف کی روایت کی بناپر مدینہ منورہ میں چالیس نمازوں یعنی آٹھ دن قیام کرنے کا اہتمام کرنا درست نہیں ہے، بلکہ جسے جتنے دن مدینہ منورہ میں ٹھہرنا اورمسجد نبوی نمازیں اداکرنا آسان ہوکرے۔

۞ رسول اللہ ﷺ کوزائرین مدینہ منورہ کے واسطے سے سلام بھیجنا جائزنہیں ہے، کیوں کہ آپ دنیا کے جس خطہ سے بھی رسول اللہ ﷺ کوسلام بھیجیں گے وہ آپ ﷺ کوپہنچا دیاجائے گا،لہذازائرین کے ذریعہ سلام بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ (فتاوی ابن عثمین۲۳/ ۴۱۶)وصل اللهم علی نبینا محمد و بارک و سلم

☆☆☆

طب و صحت

ڈاکٹر ایم، این، بیگ
پوسٹ بکس 18، ٹونک-Tonk
304001
فون:(R)01432-24408
موبائل:09460805389

فالج اور لقوہ اور دل کی باتیں

یہ دونوں امراض سر پر زبردست چوٹ لگ جانے کی وجہ سے بھی ہو سکتے ہیں، لیکن عام طور پر دماغ کی کسی رگ کے پھٹ جانے، اس کی وجہ سے خون کا رساؤ ہونے، رستے ہوئے یا رسے ہوئے خون کا منجمد ہو کر لوتھڑا بن جانے اور اس کے دماغ اور بھیجہ پر دباؤ پڑنے سے فالج یا لقوہ ہو جاتا ہے، اگر خون کا رساؤ کم ہو، اور لوتھڑا چھوٹا سا ہو تو لقوہ ہوتا ہے،، لیکن خون کا رساؤ زیادہ ہونے اور لوتھڑے کا سائز میں بڑا ہونے پر فالج ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ دماغ کے داہنی جانب کی رگ پھٹے گی تو اثرات بائیں جانب مرتب ہوں گے اسی طرح بائیں جانب کی رگ کے پھٹنے پر اثرات داہنی جانب مرتب ہوتے ہیں۔

داہنی جانب، بائیں جانب، داہنی جانب، بائیں جانب

حملہ زیادہ شدید ہو تو مریض بیہوش ہو سکتا ہے، اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے، لیکن شدید نہ ہو تو بیہوشی طاری نہیں ہوتی، لیکن نیم غنودگی کا عالم تو طاری رہتا ہی ہے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ میڈیکل سائنس کے اس موجودہ ترقی کے دور میں بھی ان دونوں امراض کو سردی کا اثر اور ہوا کا اثر مانا جاتا ہے، حالانکہ سردی وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور دقیانوسی معالجین بھی اسی عوامی خیال کے حامی ہیں اس لیے فوراً حکم دیا جاتا ہے کہ کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر دی جائیں، موسم سرما ہو تو دروازوں اور کھڑکیوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں، یہی نہیں بلکہ کمرے کو گرم کرنے کے لیے ہیٹر یا انگیٹھی میں کوئیلے دہکنے سے کاربن مونو آکسائیڈ گیس بنتی ہے اور اگر کمرہ پیک ہو، تازہ ہوا آنے جانے کا انتظام نہ ہو تو وہاں افراد، مریض ہلاک ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ گیس زہریلی اور خطرناک ہوتی ہے۔

ان ''حفاظتی تدابیر'' کے بعد مریض کو صرف شہد کا پانی پلایا جاتا ہے، مناسب مقدار میں شہد پانی میں حل کر کے پلانے میں کوئی ہرج نہیں، لیکن ضروری یہ ہے کہ مریض یا مریضہ، شوگر کی بیماری (ذیابیطس:Diabetes) میں مبتلا نہ ہو ورنہ نقصان عظیم ہو سکتا ہے۔ جیسے کوما (Diabetic Coma) اور ہلاکت۔

جب چند روز کے بعد مریض کے ہوش و حواس بحال ہو جاتا ہے تو پھر جنگلی کبوتر کے سوپ، دیسی خالص گھی میں تیار کردہ حریرہ جس میں لونگوں کا بھگار دیا جاتا ہے، پلایا جاتا ہے، بطور ادویہ جب۔۔ معجون اذراقی معجون جوگراج گوگل، دواء المسک اور دیگر گرم ادویہ کا استعمال کرایا جاتا ہے۔

یہ ادویہ بیحد نقصاندہ ثابت ہوتی ہیں اور بلڈ پریشر میں مزید اضافے کا سبب بن جاتی ہیں، درانحالیکہ ضرورت شدید اس کی ہے کہ خون کے رساؤ کو روکا جائے اور بڑھے ہوئے بلڈ پریشر کو کم کیا جائے۔

سرخ گوشت جیسے بکرے وغیرہ کا استعمال بند کر دیا جائے، مرغ کے گوشت کا سوپ دینے میں قباحت نہیں لیکن سویابین کے تیل میں پکایا ہوا ہو۔

ڈاکٹری (ایلوپیتھک) علاج کرایا جائے، سی، ٹی، اسکین'' اور اس کے علاوہ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق مزید ٹیسٹ کرائے جائیں۔

خیال رہے کہ اسپیشلسٹ ڈاکٹر سے ہی رجوع کریں، اور علاج میں حتی الامکان تساہل نہ برتیں، یہ مرض وقت طلب ہے، رفتہ رفتہ علاج ہوتا ہے لیکن پہلے جیسی طاقت مفلوج اعضاء میں نہیں آتی۔

قدرت کا نظام یہ ہے کہ افراط و تفریط سے اجتناب کیا جائے اور جو اجتناب نہ کرے وہ مکافات عمل کے لیے تیار رہے۔

فربہ (موٹے) افراد سادہ غذا کے بجائے چٹ پٹی، مصالحہ دار، مرغن اغذیہ بطور خاص سرخ گوشت (Red Meat) وغیرہ کھانے والے افراد دولت اور دنیا کے لیے دن رات تگ و دو کرنے والے۔

دماغی سکون سے محروم اور ٹینشن سے ہمہ وقت دوچار رہنے والے۔

ہائی بلڈ پریشر میں مبتلا افراد، دل کے مریض، معمر افراد اور متعدد دیگر بیماریوں اور عوارضات میں مبتلائے اشخاص فالج یا لقوہ کے شکار عام طور پر ہوتے ہیں۔

ہوتا یہ ہے کہ جیسے جیسے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا سکڑتا ہے اور بھیجے پر دباؤ کم ہوتا ہے، تو اس کے نتیجے میں اعضاء کی بے حس حرکات بحال ہوتی ہیں اور ان پر مریض کا کنٹرول بھی عود کر آتا ہے۔ لیکن لوتھڑے کے سکڑنے میں خاصا وقت لگتا ہے اس لیے دباؤ کی وجہ سے اعصابی معذوری کسی نہ کسی حد تک برقرار رہتی ہے۔

فالج اور لقوہ کے مریض: گرم ادویہ استعمال نہ کریں۔ نمک نہ کھائیں، چکنائی سے پرہیز کریں، دماغی خلفشار سے دور رہیں، قناعت پسندی اختیار کریں، علاج میں دیر نہ کی جائے، فزیوتھیراپی بحالی طاقت و تقویت اعضاء و جوارح کے لیے بہت ضروری ہے۔

جدید ترین علاج: ان دونوں امراض کا جدید ترین علاج یہ ہے کہ نیوروسرجن ضروری ٹیسٹ کرنے کے بعد بذریعہ آپریشن جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کو نکال دیتا ہے، ان کے نتیجے میں فوری طور پر فائدہ ہو جاتا ہے اور کسی بھی قسم کی معذوری باقی نہیں رہتی۔

کچھ دل کی باتیں: آپ کا دل 70 بار سکڑتا ہے اور 4 لیٹر خون پمپ کر دیتا ہے صرف ایک منٹ میں۔ اس کو صحت مند رکھئے کیونکہ زندگی کا دار و مدار اس کے مصروف کار رہنے پر ہی ہے، دل کی دھڑکن بند تو زندگی کا چراغ گل۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

پروفیسر محمد سلام کے انتقال پر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا تعزیتی پیغام

دہلی،۲۰؍جون ۲۰۱۹ء

معروف عالم دین مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے معروف سماجی وسیاسی، ملی ورفاہی اور تعلیمی شخصیت پروفیسر محمد سلام کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو ملک وملت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

اخباری بیان کے مطابق مولانا نے فرمایا کہ پروفیسر محمد سلام جہاں تعلیم کے میدان میں نونہالان قوم وملت کو عرصہ تک فیض پہنچاتے رہے وہیں سماجی کاموں میں اپنی منفرد پہچان رکھتے تھے۔ ملی مسائل سے خاص دلچسپی تھی، ملی شخصیات سے ان کا گہرا تعلق تھا اور وہ سیاست کے دشوار ومشکل میدان کے بھی شہسوار اور صاف ستھری شخصیت کے مالک تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پروگراموں سے بڑا لگاؤ تھا۔ امیر محترم سے خاص عقیدت وتعلق رکھتے تھے اور جمعیت کے مختلف کانفرنسوں اور پروگراموں کے مواقع پر اپنے پیغامات اور تقریروں وتحریروں سے تعاون فرماتے رہتے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً اہل حدیث کمپلیکس تشریف لاتے اور اہم ملی مسائل پر تبادلہ خیال فرماتے تھے۔ ان کی سیاست میں کافی پکڑ تھی۔ وہ بہار اسٹیٹ اقلیتی کمیشن اور بہار اسٹیٹ فوڈ کمیشن کے چیئرمین بنائے گئے۔ بہار کے وزیر اعلیٰ شری نتیش کمار جی جیسے محنتی ومخلص اور قومی سطح کے لیڈر کے وہ معتمد خاص تھے۔ کئی میقات تک بہار جنتا دل یونائیٹڈ کے اقلیتی سیل کے ریاستی صدر رہے۔

مولانا سلفی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پروفیسر محمد سلام کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ ایک متواضع وملنسار اور بلند اخلاق وسنجیدہ طبع انسان تھے اور ملت کا بڑا درد رکھتے تھے۔ بلاشبہ وہ وطن عزیز کے اہم اور پیارے سپوت تھے۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایسے محبّ وطن اور مخلص انسانیت وملت اور صاف ستھری شخصیت کے اچانک اٹھ جانے سے متعلقہ پارٹی اور ملک وملت کا بہت بڑا خسارہ ہوا ہے۔

انہوں نے اپنے بیان میں پروفیسر محمد سلام کے اہل خانہ واعزہ واقارب اور وزیر اعلیٰ نتیش کمار جی سے قلبی تعزیت کی ہے اور دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اوران کی رحلت سے ملک وملت اور سیاست میں خلا پیدا ہوا ہے اس کی بھرپائی فرمائے۔ آمین ☆☆

جماعتی خبریں

سرزمین میرٹھ میں عظیم الشان کانفرنس: بتاریخ ۱۸؍جون ۲۰۱۹ء بروز منگل میلہ نوچندی پٹیل منڈپ، میرٹھ میں زیر سرپرستی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وزیر اہتمام ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ ایک عظیم الشان سیرت کانفرنس زیر صدارت فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی السلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی کے طور پر فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور عالی جناب لکھیا گوجر صاحب نے شرکت فرمائی۔

قاری حمید اللہ صاحب استاد مدرسہ دار الحدیث مطلع العلوم خندق بازار، میرٹھ کی تلاوت کلام پاک سے مجلس کا آغاز ہوا۔ حافظ سلیم احمد قریشی کی حمد پاک اور وارث وارثی صاحب کی نعت رسول کے بعد ناظم کانفرنس، مولانا محمد راشد اثری صاحب نے افتتاحی کلمات پیش فرمائے، موصوف نے ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ کے کاموں کو گنایا نیز میرٹھ کی تاریخ جماعتی حیثیت کو بھی پیش کیا ان کے بعد نوجوان عالم دین سرزمین میرٹھ میں بے حد پسند کیے جانے والے مقرر، مولانا اظہر مدنی صاحب ڈائریکٹر اقرا انٹرنیشنل گرلز اسکول دہلی کی پہلی تقریر سے مجلس کا آغاز ہوا موصوف نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے متعلق مختلف پہلوؤں خصوصاً امن ومحبت اور انسانیت نوازی پر روشنی ڈالی ان کے بعد حافظ شکیل احمد میرٹھی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ پر روشنی ڈالی ان کے بعد جامعہ اسلامیہ سنابل کے صدر فضیلۃ الشیخ مولانا محمد رحمانی صاحب کا پرجوش خطاب ہوا، موصوف کے بعد فضیلۃ الشیخ مولانا محمد سلیمان میرٹھی صاحب نے اپنی باتیں رکھیں ان کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی شیخ محمد ہارون سنابلی صاحب نے سیرت النبی ﷺ کے کچھ اچھوتے پہلوں کو پیش کیا کہ سامعین کی آنکھیں نم ہوگئیں، ناظم عمومی کے بعد محترم جناب قاری حسنین دلکش صاحب نے نعت پاک پیش فرمائی جس سے محفل معطر وپرنور ہو اٹھی، شاعر خوش الحان کے بعد جماعت کے قائد ورہنما آج کی سیرت کانفرنس کے صدارت فرما رہے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی السلفی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب فرمایا جس میں امیر محترم نے سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا وہیں دوسری جانب جماعت وجمعیت اہلحدیث ہند کی تاریخی حیثیت کو بھی پیش کیا۔ امیر محترم نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی بہت سی اولیات جیسے یہی جمعیت اہل حدیث سب سے سب سے پرانی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف سب سے پہلے فتوی جمعیت اہل حدیث نے دیا۔ اردو ہندی انگریزی زبانوں میں عرب وعجم علماء کے فتاوی شائع کیے وغیرہ وغیرہ۔ امیر محترم کی باتوں کو سامعین نے بہت پسند کیا۔ امیر محترم کے خطاب کے بعد نوجوان وخوش الحان شاعر اور فلاحی ورفاہی خدمات انجام دینے والے شاعر عالی جناب ندیم

رمزی صاحب نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔کانفرنس میں ضلع پنچایت کے صدر لکھیا گوجر کو امیر محترم نے شال کے ذریعہ تکریم کیا لیکن لکھیا گوجر جی نے یہ کہتے ہوئے کہ مولانا جیسی عظیم شخصیت ودانشور اور قائد اس تکریم کی زیادہ مستحق ہے پہلے امیر محترم کی خدمت میں شال پیش کیا اور پھر بعد میں خود قبول فرمایا۔لکھیا صاحب کلام وبیان کے بعد سامعین کے دلوں کے دھڑکن، مشہور خطیب مولانا محمد جرجیس انصاری چترویدی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی کا ولولہ انگیز خطاب ہوا موصوف نے رسول پاک ﷺ کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو اجاگر کیا اور سامعین کے دلوں کو خوب خوب گرمایا، موصوف کے بعد ناظم کانفرنس مولانا محمد راشد اثری صاحب کے شکریہ کے کلمات کے بعد مجلس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔کانفرنس میں شہر میرٹھ جیسے خندق بازار بڑھانہ گیٹ، کریم نگر، ڈھواہی نگر، ذاکر کالونی، احمد نگر، ثمر کالونی، شاہ جہاں کالونی، شکور نگر، شاہ پیر گیٹ، سہراب گیٹ، اسلام آباد، دیہات سے پپلی کھیڑہ، ٹیالہ، بھوجپور، نانپور، رادھنہ، للیانہ، سیسولہ، جانی، سیڈبھر، غازی آباد، مظفر نگر، سہارنپور، بجنور ودہلی کے ہزاروں احباب نے شرکت فرمائی۔واضح ہو کہ یہ کانفرنس زمان ومکان کے لحاظ سے بہت تاریخی اور اہمیت کی حامل کانفرنس تھی کانفرنس رات دو بجے تک چلی بحمد اللہ بے حد کامیاب رہی۔(محمد راشد اثری ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ)

حج تربیتی کیمپ اختتام پذیر: ۲۲/جون ۲۰۱۹ کو عازمین حج بیت اللہ کے لئے صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے زیر اہتمام ایک روزہ حج تربیتی کیمپ بمقام صوبائی دفتر جمعیت اہل حدیث موضع شکراوہ میں ۵/بجے شام اختتام پذیر ہوگیا۔صوبائی جمعیت کے امیر ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس کے تمہیدی کلمات کے بعد دہلی سے تشریف لائے مولانا اظہر مدنی حفظہ اللہ نے حج وعمرہ کے ارکان، احکامات ومسائل اور سفر حج کے تمام مراحل پر مربوط، مدلل محقق اور پر مغز خطاب کے درمیان اور بعد خطاب سوال وجواب کا سلسلہ رہا جس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اظہر مدنی صاحب نے مدلل جواب دیا۔تفصیل سے روشنی ڈالی۔دہلی ہی سے تشریف لائے مولانا رحمت اللہ نے بھی مفید باتیں بتائیں۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے عازمین کو حج وعمرہ کے مسائل پر مشتمل کتابیں تقسیم کی گئیں۔نیز علمائے کرام وائمہ عظام کے لئے قرآن کریم مترجم ضخیم کتاب، قصص الانبیاء، خیار الدعوات، نماز نبوی، نماز کا طریقہ، اسلام کیا ہے؟ ودیگر موضوعات پر دس عدد کتابوں کا ایک سیٹ بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔

اسی موقعہ پر نو تعمیر شدہ دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کا افتتاح بھی کیا گیا نیز مہمانان گرامی کا شال اڑھا کر اعجاز کیا گیا۔صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے امیر ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس کی دعاؤں کے ساتھ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔(محمد اکبر سلفی نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم میں اول مقام حاصل کرنے والے حافظ وقاری کی عالمی مسابقہ حفظ قرآن کریم مکہ مکرمہ میں شرکت کے لیے ترشیح: جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام الحمد للہ! ہر سال آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کا انعقاد عمل میں آتا ہے جس میں بلاتفریق مسلک پورے ملک سے بڑی تعداد میں حفاظ وعلماء کرام شریک ہوتے ہیں اور کل چھ زمروں میں اول دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیبوں کو گراں قدر انعامات سے نوازا جاتا ہے اور دیگر تمام شرکاء کی بھی تشجیع کی جاتی ہے۔نیز مسابقہ میں سب سے ممتاز حافظ وقاری کو عالمی مسابقہ حفظ قرآن کریم میں شرکت کے لیے نامزد کیا جاتا ہے۔امسال مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے المسابقة العالمية للقرآن الكريم مکہ مکرمہ میں شرکت کے لیے کیرالا سے تعلق رکھنے والے شہین بن محمد حمزہ کی ترشیح کی ہے۔جو ۲۸-۲۹/جولائی ۲۰۱۸ء کو اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا میں منعقد ہوئے اٹھارہواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کے زمرہ اول (مکمل حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم) میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے اول انعام کے مستحق ہوئے تھے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو نمایاں کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور قرآن کریم کا عالم وخادم بنائے۔آمین (ادارہ)

انتقال پر ملال: استاذ محترم جناب مولانا نذیر احمد سلفی صاحب کی اہلیہ محترمہ کا مورخہ ۲۱/جون ۲۰۱۹ء بروز جمعہ ۲/بجے دن بعمر تقریباً ۵۲ سال ہارٹ اٹیک سے بریلی میں انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مولانا محترم بہت دنوں سے "المعهد الاسلامي" رچھا بریلی میں مع اہل وعیال درس وتدریس کا فریضہ انجام دے رہیں۔مولانا محترم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۲۲/جون ۲۰۱۹ء کو بعد نماز ظہر تدفین عمل میں آئی۔

محترمہ خوش اخلاق، نیک سیرت وکردار کی حامل اور صوم وصلوۃ کی پابند، بہت ہی ملنسار اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ان کی موت سے جہاں مولانا کو دلی تکلیف پہنچی ہے وہیں ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنی ماں کی شفقت ومہربانی سے محروم ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کر کے جنت الفردوس کا مکین بنائے۔پسماندگان میں مولانا کے علاوہ ۶/بیٹے اور ۴/بیٹیاں ہیں۔بڑی بیٹی شادی شدہ ہے۔اللہ تعالیٰ پسماندگان خصوصاً استاذ محترم کو صبر جمیل کی توفیق دے۔آمین (شریک غم: ابو فرحان عبد الواحد بلرامپوری، کارکن مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆☆